ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

شوال المکرم ۱۴۱۲ھ، اپریل ۱۹۹۲ء

بہ بارگاہ

افضل النساء العٰلمین حبیبہ حبیب رب العٰلمین

سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا

ہوں مِرے ماں باپ قرباں اِس مقدس نام پر
عائشہؓ کے سینکڑوں احسان ہیں اِسلام پر

جِسکی عِفت کی گواہی دی کلام اللہ نے
جِس کی غیرت کے نشاں ہیں دامنِ ایّام پر

جِس کو بخشا تھا پیمبرؐ نے حُمیرؓا کا لقب
مہر و مہ کی رونقیں قربان اُسکے نام پر

جِسؓ کے فرزندوں نے سیلِ بے کراں کے رُوپ میں
اپنی سطوت کے عَلَم لہرائے رُوم و شام پر

جِسؓ پہ باندھا تھا خُدا کے دُشمنوں نے اِتّہام
آج تک انسان شرمندہ ہے اِس اِلزام پر

سیّد الکونین کی سیرت کا نُورانی وَرَق،
جیسے صیقل جگمگاتی ہو دلِ صمصام پر

ہم گنہ گاروں کا شورش! کون ہے اُنکے سِوا
خواجۂ کونین کی رحمت ہے خاص و عام پر

شورش کاشمیری

تاریخ وفات: ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ

افکارِ احرار

حق کی تبلیغ

مذہب اسلام بھی اب ایک رسم بن کر رہ گیا ہے۔ دین کی دلوں میں حقیقی تڑپ ہوتی، تو مسلمان کفر کی تلاش کے لئے کمر باندھ کر نکلتا کہ اسے جہاں پائے ختم کر دے۔ اب صورت یہ ہے کہ کفر اسلام کے پہلو میں ترقی پا رہا ہے مدعیانِ اسلام کو کیا ہو گیا کہ وہ اپنی مصروفیتوں میں کوئی وقت ایسا نہیں نکالتے کہ دین سے بے خبر لوگ آگاہی پائیں، دنیا سے ظلمت چھٹے اور چار دانگ عالم میں نور پھیلے۔ یاد رکھو کہ اس متحرک دنیا میں کوئی چیز ساکن نہیں۔ قومیں یا ترقی کرتی ہیں یا رو بہ تنزل رہتی ہیں، اس لئے یا تو اسلام کو پھیلانے کی کوشش کرو، ورنہ قدرت کا عمل اس پر بھی لاگو ہو گا اور یہ کمزور اور کم ہو جائے گا۔ سچائی میں پھیلنے کی قابلیت ہے، مگر پھر بھی پھیلانے والوں کی ضرورت ہے بیج میں پھلنے اور پھولنے کی صلاحیت ضرور ہے، مگر تخم ریزی کے ساتھ آب پاشی، نگہداشت اور اس کے بعد برداشت کی ضرورت ہوتی ہے سچائی کا پھل حاصل کرنے کے لئے یہ سب مرحلے درپیش ہوتے ہیں۔

(مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمتہ اللہ علیہ)

(خطباتِ احرار)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

شوال المکرم ۱۴۱۲ھ اپریل ۱۹۹۲ء جلد ۳ شمارہ ۴ قیمت فی پرچہ =/۶ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر:
سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول:
سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ
حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
ذوالکفل بخاری ● قمر الحسنین
خادم حسین ● ابو سفیان تائب
محمد عمر فاروق ● عبداللطیف خالد
حُرآغائی ● دیدہ ور۔

زرِ تعاون سالانہ

◎ اندرونِ ملک =/۶۰ روپے ◎ بیرونِ ملک =/۵۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

خط و کتابت: دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان — فون ۷۲۸۱۳

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ [شعبۂ تبلیغ] عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نور پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات	رئیس التحریر	۳
سیرت عائشہؓ کا ایک ورق	سید عطاء المحسن بخاری	۷
سیدنا علی رضی اللہ عنہ	مولانا عبدالستار جھنگوی	۱۵
ایمان کی شاخیں	ابوسفیان تائب	۱۹
مرزا ہٹ ....!	سید عطاء المحسن بخاری	۲۲
متنبیِ قادیاں کا ترانہ	مولانا ظفر علی خاںؒ	۲۵
ایران میں اہل سنت پر مظالم	ادارہ	۲۷
زبان میری ہے بات ان کی	ابومیسون	۳۱
۱۹۴۳ء میں قحط بنگال اور دہلی احرار کانفرنس سے شاہ جی کا خطاب	الحاج محمد حسن چغتائی مدظلہ	۳۳
تراشے	دیدہ ور	۳۷
کشف سبائیت	مولانا ابوریحان سیال کوٹی	۳۸
خصوصیات صحابہؓ	مولانا اخلاق حسین قاسمی	۴۹
محترم عبدالحمید شہباز مرحوم	الحاج محمد حسن چغتائی مدظلہ	۵۴
ایوا کا ترانہ	قمرالحسنین قیصر	۵۵
جمہوریت کے علمبرداروں کے نام	ادارہ	۵۶

دِل کی بات

پاکستان ایک عرصہ سے زندگی کی اداس راہوں پر گامزن ہے۔ اس کی بنیادی وجہ صرف یہ ہے کہ روزِ اوّل سے ہی اقتدار پر ایسے لوگ قابض ہیں جو بنیادی طور پر صرف اقتدار پرست ہیں اور پاکستان کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں۔ جس طرح ایک جاگیردار اپنی جاگیر کے باسیوں کے ساتھ "حسنِ سلوک" کرتا ہے ویسا ہی سلوک یہ مقتدر لوگ مسلسل کرتے چلے آرہے ہیں۔ پھر ستم یہ کہ یہ لوگ جہاں مغربی تہذیب کی حشر سامانیوں سے آشنا ہیں وہاں دینی تہذیب سے یکسر کورے ہیں، عوام اور خواص میں انہی کے اعمال و افعال مقبولیت پانے اور سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگر اکا دکا کوئی شریف النفس انسان اقتدار کی اس سیکولر بھیڑ میں کبھی کبھار شریک کر لیا گیا تو اسے چین نہ لینے دیا گیا اور وہ بے موت مارا گیا۔ جس کی زندہ مثال جناب عبدالستار خان نیازی ہیں، اور ماضی میں سردار عبدالرب نشتر مرحوم!

پاکستان میں درآمدہ نظامِ ریاست کے حامی اقتدار سے باہر ہوں یا اقتدار پر قابض دونوں سیکولر اور لبرل ہیں۔ دونوں کی بولی ایک ہے اخلاق و اعمال میں دونوں ایک! ان کا اختلاف اگر ہے تو صرف قبضۂ اقتدار کے مسئلہ پر، جس کا تعلق قوم ملک اور ملکی مسائل سے ہرگز نہیں ہوتا۔ اور یہ ایک مسلّمہ بات ہے کہ جب مقتدر لوگ اس بودے پن کی زندگی گذاریں اور اس خوفناک حد تک خودغرض ہوں تو ذاتی جاگیر ہو یا مُلک دونوں بکھر جاتے ہیں اور محرومیاں ان کا مقدر بن جاتی ہیں، اور حیات اجتماعی بے یقینی، خوف اور مایوسیوں کے غار کا مغز بن کے رہ جاتی ہے، جس کی اذیت ناک مثالیں مشرقی پاکستان کا المیہ، اوجڑی کیمپ کا سانحہ ضیاء الحق اور ان کے جیالے ساتھیوں کی ناگاہ موت کا سازشی حادثہ، پورے ملک کا ڈاکوؤں کی زد پہ آجانا اقتصادی ابتری و معاشی ناہمواری، اخلاقی زوال، جنسی انارکی ہیں۔ لیکن ہوسِ اقتدار میں مبتلا مجرم ان حادثوں سے دوچار ہونے کے باوجود اسلام کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں اور اس "شغل" کے لئے ان کے امریکی یہودی اور عیسائی مربیوں نے انہیں جو موضوع اور عنوان دے رکھے ہیں وہ آئے دن اخبارات، رسائل، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بگھارے جاتے ہیں۔ مثلاً بے پردگی، زن و مرد کا اختلاط عورت زندگی کے تمام شعبوں میں مرد کے

شانہ بشانہ فلم۔ ڈرامہ، تھیٹر، گیمز، ناچ گانا، سیاست، صحافت، سیاحت میں عورت کی "کارفرمائی" بہت ضروری قرار دی گئی اور عورت کو گھر سے نکال کر اشتہار بنا کے چوک میں لٹکا دیا گیا، لیکن صرف غریب کی عورت! جاگیردار سرمایہ دار با اقتدار یا بے اقتدار کی عورت نہیں!

دینی عناصر کو گالی دی گئی ان کی شخصیت کو متنازعہ بنایا گیا اور یوں دینی مسائل و معاملات میں مداخلت کی راہ ہموار کی گئی، فقہ کو ہدف بنایا گیا اور اجتہاد کے خوب صورت نام سے فقہی مسائل کو رد کیا گیا۔ دیگر حرام کاریوں کے ساتھ ساتھ سود جیسی لعنت کو حلال کہا جانے لگا ہے۔ کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے بنیادی دینی اعمال کے تارک مجرموں کو امت کا صف اول کا راہنما ثابت کیا جا رہا ہے اور انہی کے اعمال و افعال کو قوم کے لئے سند اور حجت کا درجہ دیا جا رہا ہے۔ مزید برآں یہ کہ جن طبقوں کو دینی اعتبار سے امت کے تمام طبقے کافر و مرتد قرار دے چکے ہیں (مرزائی و سبائی) وہ ان بے دین وڈیروں کی وساطت سے اپنے آپ کو "مسلمان" ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

قومی نزع کے اس عالم میں بعض علماء اس کا حل پارلیمنٹ میں پہنچنا سمجھتے ہیں اور اسی کے لئے اپنی توانائیاں صرف کئے جا رہے ہیں جب کہ نصف صدی کے تجربات ان کی اس طفلانہ خواہش کی مسلسل نفی کرتے ہیں مگر انہیں پھر بھی اسی راستہ کی سچائی کا یقین ہے حالانکہ قرآن و سنت کے مطابق اسلام کے علاوہ تمام نظامہائے ریاست "طاغوت" ہیں جن کے خلاف ہمہ جہت جدوجہد کی ضرورت ہے ان نظاموں سے وقتی ضرورت کے تحت مصالحت یا مفاہمت بھی طاغوت کی موافقت ہے، طبقۂ علماء و صوفیاء طاغوت کے ساتھ مفاہمت کے وبال میں مبتلا ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امت جس عذاب میں گرفتار ہے موجودہ سیاست کے شناور علماء بھی اس کا ایک سبب ہیں، خصوصاً جماعت اسلامی جو سیاسی مفادات بھی حاصل کرتی ہے اور پریشر گروپ بن کے خارج از اقتدار رہ کے اصلاح احوال بھی چاہتی ہے۔ یعنی جو کام جماعت اسلامی کو اپنے دینی انقلاب کے دعوے کے مطابق خود کرنا چاہیئے وہ برسر اقتدار طبقہ سے اس کا مطالبہ کر رہی ہے اسے سادگی کہا جائے یا خود فریبی۔

اس کا جواب قاضئ شب زندہ دار دے!

ہماری دیانت دارانہ رائے ہے کہ جب تک دینی طبقے اپنی انا اور فروعی اختلافات کے حصار سے باہر نکل کر امت کے درجہ کی حقیقت پسندی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ پاکستان میں اسلام کے نفاذ کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

آئی جے آئی

ہر چند کہ فرشتوں کا نہیں بلکہ انسانوں کے مختلف گروہوں میں اتحاد ہے لیکن اس اتحاد کی اساس اسلام کا نفاذ ہے اور اس سے انحراف یا اغماض اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے مترادف ہے۔ ہم سمجھتے ہیں جس طرح مسلم لیگ نے ۱۹۴۸ء میں انحراف کیا اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو مایوسیوں کے اندھیروں کے سوا کچھ نہ ملا تھا۔ اسی طرح مسلم لیگ نے ۱۹۹۰ء کے اتحاد میں اسلامی جماعتوں کو اپنے اقتدار کے لئے ٹول بنایا مگر اسلام کو کچھ نہ دیا۔ اگرچہ موجودہ حکومت نے بعض دیگر امور میں اچھی پیش رفت بھی کی ہے مگر اس کا تعلق اتحاد کی بنیاد سے نہیں ہے اقتدار کے مفاد سے ہے اور اسی مفاد پرستی کا نتیجہ غلام مصطفیٰ جتوئی اور غلام مرتضیٰ جتوئی کی علیحدگی بھی ہے۔ یہ لوگ اگر پی پی کے ساتھ کہیں مل بیٹھے تو اس کی وجہ بھی ان وعدوں سے اغماض ہے جو اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور جب محض اقتدار ہی "مطلوب ومقصودِ مومن" ٹھہرا تو پھر کسی دوسرے کے لئے اتحادی اساس سے چمٹے رہنا یا اس سے وابستگی کا مطالبہ کرنا بھی تو محض مفاد پرستی ہی ہے جاگیردار اور لبرل ڈیموکریٹ سے اس وفاداری کی توقع ہی عبث اور خود فریبی ہے۔ آئی جے آئی کی شریک وحلیف پارٹیوں کو وابستہ رکھنے کی صرف دو صورتیں باقی ہیں یا تو جناب نواز شریف پلٹ کے دیکھیں اور اساسِ اتحاد کو نکھاریں اور اپنے ماتھے سے بدنامی کا داغ دھوئیں یا جانے والوں کو ان کا مطلوبہ اقتدار کا حصہ عطا فرمائیں کیونکہ ون پارٹی گورنمنٹ کا خواب دیکھنا تو دورِ حاضر میں ممکن ہی نہیں۔

سندھ

جام خالی ہوا تو لڑھک گیا اور ان کی خالی جگہ پر سندھ کے ایک سید صاحب براجمان ہو گئے کہتے ہیں کہ اتفاق رائے سے ایسا ہوا کہ سید مظفر حسین صاحب پر اپنوں، بیگانوں نے اعتماد کیا۔ ۱۶ وزیروں اور ۱۳ مشیروں کی سندھی کابینہ نے حلف بھی اٹھا لیا اور اس کے ساتھ ہی ڈاکوؤں نے ٹرین لوٹنے کا تحفہ بھی انہیں پیش کیا۔ بلکہ یوم قراردادِ پاکستان کی خوشی میں ایک ہی رات میں متعدد مقامات پر تیل اور گیس اور پانی کی پائپ لائنیں بموں سے اڑا دی گئیں۔ سید صاحب! سندھ کا اصل مسئلہ سیاست نہیں بلکہ منافقت ہے۔ آپ اس سے کہاں تک عہدہ برآ ہو پاتے ہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ مگر اپنے ماحول سے خبردار رہ کے چلنے میں ہی بقا مضمر ہے وڈیروں کے ساتھ مل کے جینے میں فنا ہے، ماضی بطور آئینہ کے سامنے رکھتے ہوئے وطن وانسانیت کے دشمنوں کی کمین گاہوں کو اتھل پتھل کر کے رکھ دیں۔

اور یہ ڈاکو

وزیر آباد کے قریب ٹرین لوٹ لی گئی جی ٹی روڈ پر چھوٹی بڑی پانچ کوچیں لوٹ لی گئیں، بینک لوٹا گیا، دکانیں لوٹ لی گئیں، پٹرول پمپ لوٹ لیا گیا، رمضان پاک میں یہ کام اور مسلمان ؟

جس دور میں لٹ جائے غریبوں کی کمائی
اس دور کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے

جناب سلطانِ پاکستان! آپ سے جو بھول ہوئی ہے اس کی نشان دہی ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ہم آپ سے کہتے ہیں کہ آپ اولین فرصت میں اِسلام کے نفاذ کی طرف قدم بڑھائیں!

اُمت آپ کے ساتھ ہے۔

بقیہ از صفحہ ۳۶ سے آگے

نیچے چلے جاتے ہوں۔ بہرحال شاہ جی کے پاس وہ کافی دیر رہیں اور شاہ جی ان سے اسلاف کے حالات سنتے رہے۔ انہوں نے بیعت کی خواہش کا اظہار کیا تو شاہ جی نے رومال ان کے ہاتھ میں دے کر اس کا کنارا پکڑ کر ان باعصمت خواتین کو بیعت فرمایا۔ بعد ازاں اپنا وعدہ پورا کرنے کی غرض سے شاہ جی ان کے ساتھ ہی ان کے گھر تشریف لے گئے اور کچھ وقت وہاں رہے۔ پھر ولی اللٰہی قبرستان میں بھی حاضری دی اور کافی دیر تک وہاں قیام فرما کر مراقبہ بھی فرمایا۔

بقیہ از صفحہ ۸ سے آگے

تھے۔ حضرت عائشہؓ نے سوال کیا "یارسول اللہ! عبداللہ بن جدعان جاہلیت میں لوگوں سے بہ مہربانی پیش آتا تھا۔ غریبوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ کیا یہ عمل اس کو کچھ فائدہ دے گا"؟ آپ نے جواب دیا۔ "نہیں عائشہؓ! اس نے کسی دن یہ نہیں کہا کہ خدایا قیامت میں میری خطا معاف کرنا" [۱]

جہاد اسلام کا ایک فرض ہے، حضرت عائشہؓ کا خیال تھا کہ جس طرح دیگر فرائض میں زن و مرد کی تمیز نہیں، یہ فرض عورتوں پر بھی واجب ہوگا۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سوال پیش کیا، ارشاد ہوا کہ "عورتوں کے لئے حج ہی جہاد ہے" [۲]

نکاح میں رضامندی شرط ہے۔ لیکن کنواری لڑکیاں اپنے منہ سے آپ تو رضامندی نہیں ظاہر کر سکتیں اس لئے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! نکاح میں عورت سے اجازت لے لینی چاہیئے۔ فرمایا "ہاں"۔ عرض کی وہ شرم سے چپ رہتی

(باقی صفحہ ۹ پر دیکھیں)

---

[۱] مسند عائشہؓ ص ۶۲ [۲] صحیح بخاری باب حج النساء

مرتب:- سید عطاء المحسن بخاری

سیرت عائشہؓ کا ایک ورق

ام المومنین حبیبۂ حبیب رب العلمین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ عذراء الحمیراء رضی اللہ عنہا کی ذات قدسیہ کے بارے میں ذری تمکرز اور حوزۂ "چلیہ" قسم کے فصلات اژ خائی و ہرزہ سرائی سے نہیں چوکتے آئے دن کوئی نہ کوئی اشتعلہ چھوڑتے اور نت نئے شاخسانے پیدا کرتے رہتے ہیں اور سنی کہلانے والے روٹی توڑ افسروں اور کوٹھیوں کے طواف سے ہی فرصت نہیں پاتے اس شغل میں انہیں حریف و حلیف کی پہچان بھی نہیں رہی۔ محض طبقاتی تعصب پیدا کرنا ان کے نزدیک سنیت ہے اور بس۔ ہم نے نیا مضمون لکھنے کی بجائے ماضیٔ قریب کے استاذ الکل علامہ اقبال کے ممدوح بزرگ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی بلیغ کتاب سیرت عائشہ سے کچھ اقتباس جمع و ترتیب کے ذاتی عمل سے ہدیہ قارئین کر رہے ہیں اور آخر میں جناب شاہ بلیغ الدین صاحب کی ایک تاریخی تحقیق بھی جزءِ مضمون ہے جس میں جھوٹے راویوں کی نقاب کشائی کی گئی ہے اور نام نہاد عمائد اہل سنت کی تحقیق کا پول بھی کھولا گیا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی سے لیکر قاضی مظہر حسین تک کے لوگ اس تحقیق کی زد میں آتے ہیں جنہیں ہندی و عجمی مقتدین کی عزت تو مطلوب ہے مگر صحابہ و صحابیات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کی رداء عظمت پر پھینکے گئے اعتراضات کے رد میں "احتیاط" زیادہ مطلوب ہے کہ عدم "احتیاط" سے عجمی ستونوں کے پاش پاش ہونے کا اندیشہ ہے۔ سب سے آخر میں چند باتیں البدایہ والنہایہ سے نقل کی گئی ہیں۔ (ادارہ)

حضرت عائشہؓ کی تعلیم و تربیت کا اصلی زمانہ رخصتی کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے اسی زمانہ میں پڑھنا سیکھا، قرآن دیکھ کر پڑھتی تھیں[1]۔ ایک روایت میں ہے کہ لکھنا نہیں جانتی تھیں[2]۔ احادیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے لئے ان کا غلام ذکوان قرآن لکھتا تھا[3]۔ اس سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ وہ خود لکھنا نہ جانتی ہوں گی لیکن بعض روایتوں میں یہ مذکور ہے کہ "فلاں خط کے جواب میں انہوں نے یہ لکھا[4]" ممکن ہے کہ راویوں نے مجازاً لکھوانے کے بجائے لکھنا کہہ دیا ہو جیسا کہ ایسے موقعوں پر عموماً بولتے ہیں۔

بہرحال نوشت و خواند تو انسان کی ظاہری تعلیم ہے۔ حقیقی تعلیم و تربیت کا معیار اس سے بدرجہا بلند ہے۔ انسانیت کی تکمیل، اخلاق کا تزکیہ، ضروریات دین سے واقفیت، اسرار شریعت کی آگاہی، کلام الٰہی کی معرفت، احکام نبوی کا علم بھی اعلیٰ تعلیم ہے اور حضرت عائشہؓ اس تعلیم سے کامل طور پر بہرہ اندوز تھیں علوم دینیہ کے علاوہ تاریخ، ادب اور طب میں بھی ان کو یدطولیٰ حاصل تھا[5]۔

تاریخ و ادب کی تعلیم تو خود پدر بزرگوار سے حاصل کی تھی[6]۔ طب کا فن ان وفود عرب سے سیکھا تھا جو گاہ گاہ اطراف ملک سے بارگاہ نبوت میں آیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمر کے آخر دنوں میں اکثر بیمار رہا کرتے تھے۔ اطبائے عرب جو دوائیں بتایا کرتے تھے حضرت عائشہؓ ان کو یاد کر لیتی تھیں۔

---

[1] صحیح بخاری باب تالیف القرآن و بلاذری، فصل خط [2] صحیح بخاری صلوٰۃ الوسطیٰ، مسند احمد جلد ۶، صفحہ ۷۳
[3] مسند جلد ۶ صفحہ ۸۷ و ترمذی صفحہ ۳۹۷
[4] مستدرک للحاکم ذکر عائشہ فی الصحابیات
[5] ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۶۷ [6] ابن حنبل، مسند عائشہؓ صفحہ ۶۷۔

علوم دینیہ کی تعلیم کا کوئی وقت مخصوص نہ تھا۔ معلم شریعت خود گھر میں تھا اور شب و روز اس کی صحبت میسّر تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وارشاد کی مجلسیں روزانہ مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں۔ جو حجرۂ عائشہؓ سے بالکل ملحق تھی اس بناء پر آپ گھر سے باہر بھی لوگوں کو جو درس دیتے تھے وہ اس میں شریک رہتی تھیں۔ اگر کبھی بُعد کی وجہ سے کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب زنان خانہ میں تشریف لاتے، دوبارہ پوچھ کر تشفی کر لیتیں[1]، کبھی اٹھ کر مسجد کے قریب چلی جاتیں[2]۔ اس کے علاوہ آپ نے عورتوں کی درخواست پر ہفتہ میں ایک خاص دن ان کی تعلیم و تلقین کے لئے متعین فرما دیا تھا[3]۔

شب و روز میں علوم و معارف کے بیسیوں مسئلے ان کے کان میں پڑتے تھے۔ ان کے علاوہ خود حضرت عائشہؓ کی عادت یہ تھی کہ ہر مسئلہ کو بے تامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیتی تھیں اور جب تک تسلی نہ ہو لیتی صبر نہ کرتیں[4]۔ ایک دفعہ آپ نے بیان فرمایا کہ "من حوسب عذب" قیامت میں جس کا حساب ہوا اس پر عذاب ہو گیا، عرض کی یارسول اللہ! خدا تو فرماتا ہے۔

فسوف یحاسب حساباً یسیراً (انشقاق)

اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

آپؐ نے فرمایا یہ اعمال کی پیشی ہے لیکن جس کے اعمال میں جرح و قدح شروع ہوئی وہ تو برباد ہی ہوا[5]۔

ایک دفعہ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! خدا فرماتا ہے[6]

یوم تبدل الارض غیرالارض والسموت وبرزوالله الواحد القهار (ابراہیم ۷)

جس دن زمین و آسمان دوسری زمین سے بدل دیئے جائیں گے اور تمام مخلوق خدائے واحد و قہار کے رو برو ہو جائے گی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت پڑھی[7]

والارض جمعیاً قبضته یوم القیامة والسموت مطویات بیمینه (رمز ۷)

تمام زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔

"جب زمین و آسمان کچھ نہ ہوگا تو لوگ کہاں ہوں گے۔" آپ نے فرمایا "صراط پر"

اثنائے وعظ میں ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ "قیامت میں لوگ برہنہ اٹھیں گے"۔ عرض کی یارسول اللہ زن و مرد یکجا ہوں گے تو کیا ایک دوسرے کی طرف نظریں نہ اٹھ جائیں گی۔ ارشاد ہوا کہ عائشہؓ! وقت عجب نازک ہوگا[8] یعنی کسی کو کسی کی خبر نہ ہو گی، ایک بار دریافت کیا کہ "یارسول اللہ! قیامت میں ایک دوسرے کو کوئی یاد بھی کرے گا"۔ آپ نے فرمایا۔ "تین موقع پر یاد کرے گا"۔ ایک تو جب اعمال تولے جا رہے ہوں گے، دوسرے جب اعمال نامے بٹ رہے ہوں گے، تیسرے جب جہنم گرج گرج کر کہہ رہی ہو گی کہ میں تین قسم کے آدمیوں کے لئے مقرر ہوئی ہوں[9]

ایک دن یہ پوچھنا تھا کہ کفار و مشرکین نے اگر عمل صالح کیا ہے تو اس کا ثواب ان کو ملے گا یا نہیں؟ عبداللہ بن جدعان مکہ کا ایک نیک مزاج اور رحم دل مشرک تھا۔ اسلام سے پہلے قریش کی باہمی خونریزی کے انسداد کے لئے اس نے تمام روسائے قریش کو مجتمع کر کے ایک صلح کی مجلس قائم کی تھی، جس میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک

---

[1] مسند عائشہ صفحہ ۷۷
[2] ایضاً صفحہ ۱۵۹
[3] صحیح بخاری کتاب العلم
[4] ایضاً ص ۲۱
[5] صحیح بخاری ص ۲۱ کتاب العلم
[6] مسند احمد ص ۳۵
[7] مسند ص ۱۱۰
[8] صحیح بخاری ص ۹۶۶ باب کیف الحشر
[9] مسند عائشہؓ ص ۹۳

(بقیہ صفحہ ۶ پر)

ہے۔ ارشاد ہوا کہ اس کی خموشی ہی اس کی اجازت ہے۔ [۱]

اسلام میں پڑوسیوں کے بڑے حقوق ہیں اور اس ادائے حق کا سب سے زیادہ موقع عورتوں کو ہاتھ آتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ دو پڑوسی ہوں تو کس کو ترجیح دی جائے چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ یہ سوال پیش کیا، جواب ملا کہ "جس کا دروازہ تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو" [۲]

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے رضاعی چچا ان سے ملنے آئے۔ انہوں نے انکار کیا کہ اگر میں نے دودھ پیا ہے تو عورت کا پیا ہے، عورت کے دیور سے مجھ سے کیا تعلق؟ آپ جب تشریف لائے تو دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ "وہ تمہارا چچا ہے تم اس کو اندر بلالو" [۳]

والذین یؤتون ما اتو وقلوبهم وجلة انهم الی ربهم راجعون (مومنون ۶۰)
(اور وہ لوگ جو کام کرتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے)

حضرت عائشہؓ کو شک تھا کہ جو چور ہے، بدکار ہے، شرابی ہے، لیکن خدا سے ڈرتا ہے، کیا وہ اس سے مراد ہے، آپ نے فرمایا۔ "نہیں عائشہؓ! اس سے وہ مراد ہے جو نمازی ہے روزہ دار ہے اور پھر خدا سے ڈرتا ہے"۔ [۴]

ایک دفعہ آپ نے فرمایا جو خدا کی ملاقات پسند کرتا ہے خدا بھی اس کی ملاقات پسند کرتا ہے اور جو اس کی ملاقات کو ناگوار سمجھتا ہے۔ اس کو بھی اس سے ملنا ناگوار ہوتا ہے۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے موت کو کوئی پسند نہیں کرتا ہے؟ فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں، مطلب یہ ہے کہ مومن جب اللہ تعالیٰ کی رحمت، خوشنودی اور جنت کا حال سنتا ہے تو اس کا دل خدا کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ خدا بھی اس کے آنے کا مشتاق رہتا ہے اور کافر جب خدا کے عذاب اور ناراضی کے واقعات کو سنتا ہے، تو اس کو خدا کے سامنے سے نفرت ہوتی ہے۔ خدا بھی اس سے نفرت رکھتا ہے" [۵]

اسی طرح حضرت عائشہؓ کے بیسیوں سوالات اور مباحث احادیث میں مذکور ہیں جو درحقیقت ان کے روزانہ تعلیم کے مختلف اسباق ہیں۔

ان موقعوں پر بھی جہاں بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برہمی اور آزردگی کا اندیشہ ہو سکتا تھا، وہ سوال اور بحث سے باز نہیں آتی تھیں اور درحقیقت خود آپ بھی اس کو برا نہیں مانتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے کسی بات پر آزردہ ہو کر ایلاء کر لیا تھا۔ یعنی عہد فرمایا تھا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہراتؓ کے پاس نہ جائیں گے۔ چنانچہ ۲۹ دن تک آپؐ یکم کو یعنی تیسویں دن بالاخانہ سے اتر کر حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے۔ یہ ایسا موقع تھا کہ جس کی خوشی میں حضرت عائشہؓ کو سب کچھ بھول جانا چاہیئے تھا اور پھر اس واقعہ پر نکتہ چینی بظاہر آپؐ کو دوبارہ آزردہ کرنا تھا۔ لیکن مزاج شناسِ نبوت ان سب پر خود نقش شریعت کی گرہ کشائی مقدم سمجھتی تھی، عرض کی یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا ایک ماہ تک ہمارے حجروں میں نہ آئیں گے۔ آپ ایک دن پہلے کیونکر تشریف لائے۔ فرمایا "عائشہ مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے" [۶]

ایک مرتبہ ایک شخص نے خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہونا چاہا، آپ نے فرمایا آنے دو، وہ اپنے خاندان میں بُرا ہے۔ جب وہ آکر بیٹھا تو آپ نے اس سے نہایت توجہ اور لطف و محبت سے باتیں فرمائیں۔ حضرت عائشہؓ کو تعجب ہوا، جب وہ اٹھ کر چلا تو عرض کی یارسول اللہ آپ تو اس کو اچھا نہیں جانتے تھے، لیکن جب وہ آیا تو آپ نے اس لطف و محبت کے ساتھ گفتگو فرمادی، ارشاد ہوا کہ "عائشہؓ بدترین آدمی وہ ہے جس کی بداخلاقی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں" [۷]

بادیۂ عرب کے اجڈ بدوی اور دیہاتی چونکہ بداحتیاط اور شرائع اسلام سے ان کو پوری آگاہی نہ تھی، اس لئے آپؐ ان

---

[۱] صحیح مسلم باب النکاح [۲] مسند احمد ص ۱۷۵ [۳] صحیح بخاری ص ۹۰۹ باب تربت یمینک
[۴] ترمذی و ابن ماجہ و مسند ص ۱۵۹ [۵] جامع ترمذی کتاب الجنائز [۶] صحیح بخاری باب الغرفۃ ص ۳۳۵ [۷] صحیح بخاری باب الغیبۃ

کی چیز کھانے سے احتراز فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ام سنبلہ نام ایک گاؤں کی عورت آپ کے پاس تحفۃً دودھ لائی، آپ نے پی لیا، حضرت ابوبکرؓ ساتھ تھے انہوں نے بھی پیا، حضرت عائشہؓ نے عرض کی، یارسول اللہ! آپؐ ان کی چیز کھانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ فرمایا کہ عائشہؓ! یہ وہ لوگ نہیں ہیں، ان کو تو جب بلایا جاتا ہے۔ آتے ہیں[۱] یعنی اسی سبب سے ان کو شریعت کے احکام معلوم ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ "اعتدال کے ساتھ کام کرو، لوگوں کو اپنے نزدیک کرو، اور خوشخبری سناؤ کہ لوگوں کا عمل ان کو جنت میں نہ لے جائے گا (بلکہ رحمت الٰہی) حضرت عائشہؓ کو یہ آخری بات عجیب معلوم ہوئی، سمجھیں کہ جو لوگ معصوم ہیں وہ تو اس سے مستثنیٰ ہوں گے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپؐ کو بھی نہیں! فرمایا نہیں لیکن یہ کہ خدا اپنی مغفرت اور رحمت سے مجھے ڈھانک لے[۲]

ایک دفعہ نماز تہجد کے بعد بے وتر پڑھے آپ نے سونا چاہا، عرض کی یارسول اللہ! آپ وتر پڑھے بغیر سوتے ہیں، ارشاد ہوا۔ عائشہؓ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا[۳]۔ بظاہر حضرت عائشہؓ کا یہ سوال گستاخی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ یہ نسائیانہ جرأت نہ کرتیں تو آج امت محمدیہ نبوت کی حقیقت سے ناآشنا رہتی۔

ان سوالات اور مباحث کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی حضرت عائشہؓ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت کی نگرانی کرتے اور جہاں لغزش نظر آتی، ہدایت و تعلیم فرماتے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند یہودی آئے اور بجائے السلام علیک کے (تم پر سلامتی ہو) زبان دبا کر السام علیک (تم کو موت آئے) کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں صرف وعلیکم (اور تم پر) فرمایا، حضرت عائشہؓ سن رہی تھیں، وہ ضبط نہ کر سکیں، بولیں، علیکم السام واللعنۃ (تم پر موت اور لعنت) آپ نے فرمایا۔ عائشہؓ نرمی چاہیئے۔ خدائے عزوجل ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے[۴]

ایک دفعہ کسی نے حضرت عائشہؓ کی کوئی چیز چرائی، زنانہ رسم کے مطابق انہوں نے اس کو بددعا دی ارشاد ہوا لاتسبخی عنہ یعنی بددعا دے کر اپنا ثواب اور اس کا گناہ کم نہ کرو[۵]۔ ایک بار وہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک اونٹ پر سوار تھیں، اونٹ کچھ تیزی کرنے لگا، عام عورتوں کی طرح ان کی زبان سے بھی فقرہ لعنت نکل گیا، آپ نے حکم دیا کہ اونٹ کو واپس کر دو، ملعون چیز ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی[۶] یہ گویا تعلیم تھی کہ جانور تک کو برا نہیں کہنا چاہیئے۔

عام طور سے لوگ اور خصوصاً عورتیں معمولی گناہوں کی پرواہ نہیں کرتیں، آپ نے حضرت عائشہؓ کی طرف خطاب کر کے فرمایا "یاعائشہ ایاک ومحقرات الذنوب، عائشہؓ معمولی گناہوں سے بھی بچا کرو، خدا کے ہاں ان کی بھی پرسش ہو گی[۷] ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی عورت کا حال بیان کر رہی تھیں، اثنائے گفتگو میں بولیں کہ وہ پست قد ہے۔ آپ نے فوراً ٹوکا کہ عائشہؓ یہ بھی غیبت ہے"[۸]

حضرت صفیہؓ کسی قدر پست قد تھیں، ایک دن انہوں نے کہا "یارسول اللہ! بس کیجئے صفیہ تو اتنی ہیں"۔ آپ نے فرمایا "تم نے ایسی بات کہی کہ اگر سمندر کے پانی میں بھی ملاؤ تو ملا سکتی ہو۔ یعنی یہ غیبت ایسی تلخ بات ہے کہ سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو کل پانی بدمزہ ہو جائے"۔ عرض کی یارسول اللہ! میں نے تو ایک شخص کی نسبت واقعہ بیان کیا، فرمایا کہ اگر مجھ کو اتنا اور اتنا بھی دیا جائے تو بھی یہ بیان نہ کروں[۹] یعنی مجھ کو کسی قدر بھی لالچ دلائی جائے تو میں ایسی بات کسی کے متعلق نہ کہوں۔

ایک دفعہ کسی سائل نے سوال کیا، حضرت عائشہؓ نے اشارہ کیا، تو لونڈی ذرا سی چیز لے کر دینے چلی، آپ نے

---

[۱] مسند عائشہ ص ۱۳۳ [۲] صحیح بخاری باب القصد والمداومۃ علی العمل [۳] صحیح بخاری باب فضل من قام رمضان [۴] صحیح بخاری ص ۸۹۰ باب الرفق فی الامر کلہ [۵] مسند ص ۴۵ [۶] ایضاً ص ۷۲ [۷] ایضاً ص ۷۰ [۸] ایضاً ص ۲۰۶ [۹] ایضاً ص ۷۰

فرمایا۔ "عائشہ گن گن کر نہ دیا کرو، ورنہ خدا تم کو بھی گن گن کر دے گا"۔ دوسرے موقع پر فرمایا۔ "عائشہؓ! چھوہارے کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو وہی سائل کو دے کر آتش جہنم سے بچو، اسے بھوکا کھائے گا تو کچھ تو ہوگا اور پیٹ بھرے گا، اس سے کیا بھلا ہو گا"۔

ایک موقع پر آپ نے یہ دعا مانگی۔ "خداوندا! مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالت مسکینی ہی میں موت دے اور مسکینوں ہی کے ساتھ قیامت میں اٹھا"۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ یہ کیوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسکین دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے، اے عائشہؓ کسی مسکین کو بے نیل مرام واپس نہ کرنا، گو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کو اپنے پاس جگہ دیا کرو"۔

ان مختلف اخلاقی نصائح کے علاوہ، نماز، دعا اور دینیات کی اکثر باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سکھایا کرتے تھے، وہ نہایت شوق سے ان کو سیکھا کرتی تھیں اور ہر ایک حکم کی شدت کے ساتھ پابندی کرتی تھیں۔ (جامع ترمذی ابواب الزہد)

جنگ جمل اور حوأب کے کتے؟

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خونِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ لیکر اٹھیں جس کا انہیں شرعاً حق تھا کہ وہ مجتہدۂ مطلقہ تھیں اور ان کا علم تمام صحابہ سے زیادہ تھا اور اس مطالبہ سے ان کا مقصد اصلاحِ امت اور اجماعِ امت تھا۔ آپ کے اس اقدام کو نام نہاد سنی اور برخود غلط زعم میں مبتلیٰ محققین غلط کہتے ہیں اور طرح طرح کی عجمی کہانیوں کو پیش کرتے ہیں اور ایسا کرتے کہتے اور لکھتے ہوئے نہ جانے وہ اپنی کس حس کو تسکین دیتے ہیں حالانکہ اہل سنت والجماعت کا یہ متفقہ اصول ہے کہ مجتہد کے اجتہاد پر غیر مجتہد رائے زنی نہیں کر سکتا! پھر خصوصاً سیدہ کائنات کے اس اقدام پر جبکہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حادثہ جمل کے بعد اپنے ایک خطبہ میں حکم دیتے ہیں۔

ایها الناس امسکوا عن هولاء القوم ایدیکم والسنتکم (البدایه والنهایه ج۷، ص ۲۳۹، ۲۴۰)

اے لوگو! اس قوم (شیعان عائشہؓ) کے بارے میں اپنے ہاتھوں اور زبانوں کو دو کو!

لیکن صاحب کیا مجال ہے جو ان لوگوں کو کچھ بھی حیاء کا پاس ہو! حوأب کے کتے تو سیدہ عائشہ پر ہرگز نہیں بھونکے مگر عجمی و اشتری کتے بھونکنے سے اب تک باز نہیں آ رہے درج ذیل اصلاح و فلاح کیلئے ادارہ جناب شاہ بلیغ الدین کا بے حد ممنون و مشکور ہے کہ انہوں نے اپنی کاوش جلیل کو نقیب کے صفحات کی زینت بنانے کیلئے منتخب فرمایا۔ (ادارہ)

مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کے مضمون عورت بحیثیت حکمران میں ایک ذیلی عنوان وہ ہے جو واقعہ جمل سے متعلق ہے۔ ریکارڈ درست رکھنے کیلئے میں دو باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

نکتہ نمبر ۱:۔ "جمل کے موقع پر نکلنے والی ام المومنین بےانتہاء نادم ہوئیں، یہاں تک کہ اس ندامت کی بناء پر روضہ رسول

لہ ابوداؤد کتاب الادب

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تدفین کو بھی پسند نہیں فرمایا"۔

واقعہ جمل ۳۶ھ کا ہے۔ ۲۳ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی اور حضرت عائشہؓ نے روضہ رسول اکرم کی وہ جگہ جو اپنے لئے مخصوص فرمائی تھی۔ حضرت عمر کی درخواست پر تدفین کیلئے انہیں عنایت فرمائی۔

الف:۔ پندرہ سال پہلے جو مسئلہ طے ہو گیا تھا اسے ۳۶ھ کے ندامت کے واقعہ سے ملانا جعلی راویوں کا کمال ہے۔ مفتی صاحب سے یہاں سہو ہوا تاریخ کو مسخ کرنیوالوں کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے۔

ب:۔ ام المومنین کو نادم ہونے کی کیا وجہ تھی؟ مفتی صاحب بار بار خود یہ لکھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے دو متحارب گروہوں میں اتحاد کرانے نکلی تھیں۔ یہ مشن ہر طرح اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق تھا اور کارِ ثواب کے سوا کچھ نہیں۔ مفتی صاحب نے ایک جگہ اسی ذیلی سرخی میں لکھا ہے کہ:

نکتہ نمبر ۲: "ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا۔ رات کے وقت وہاں کتے بھونکنے لگے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے؟ بتایا گیا! حوأب ہے۔ حضرت عائشہؓ چونک اٹھیں انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے خطاب کرتے ہوئے ایک دن فرمایا تھا۔ تم میں سے ایک کا اس وقت کیا حال ہوگا جب اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے"۔

الف:۔ یہ جگہ حوأب نہیں تھی۔ روایت گھڑنے والوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کسی صحابی نے فرمایا ہو یا کسی شریک واقعہ نے کہ یہ جگہ حوأب تھی جب کہ طبری نے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر کا نام دیا ہے جن کے الفاظ ہیں۔ "جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ حوأب کا چشمہ ہے یہ جھوٹ ہے"۔ تاریخ طبری خلافت حضرت علیؓ صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ نفیس اکیڈیمی کراچی۔

(ب) حوأب میں کتے بھونکنے کا واقعہ ام زمل سلمیٰ کا ہے جو حضرت عائشہؓ کے پاس چند دن لونڈی کی حیثیت سے رہی۔ انہوں نے کمال مہربانی سے اسے آزاد کر دیا۔ وہ مرتد ہو گئی۔ حضرت خالد بن ولید نے جن مرتدین کا یکے بعد دیگرے مقابلہ کیا ان میں ایک جگہ یہ لڑنے نکلی۔ یہ اونٹ پر سوار میدانِ جنگ میں آئی اور شدید لڑائی کے بعد ماری گئی۔

طبری نے لکھا ہے "ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ کے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ تم میں سے ایک

قربِ قیامتؐ میں بہ حکم خداوندی، مطابق بشارتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مسیح مقدس سیدنا عیسیٰ علیہما السلام چوتھے آسمان سے زمین پر اتر کر چند برس دنیا میں قیام پذیر رہیں گے۔ اور اپنے فرائض مفوضہ سرانجام دیکر مدینہ طیبہ میں وفات پائیں گے اور حجرۂ مبارکہ میں (ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس جگہ بیٹھ کر گھر کے کام کاج کرتی تھیں اور وہ کمرا عہد نبوی سے حضرت مسیح علیہ السلام کیلئے خالی رکھا گیا ہے۔ اہل اسلام کے ہاتھوں بہ امن وامان دفن ہوں گے۔

واضح رہے کہ اس خالی جگہ میں خود حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے بعد دفن ہونے کی اجازت مانگی تو آپ نے اس جگہ کا دفنِ مسیح کے وقت تک بطور امانت محفوظ رہنے اور کسی اور کو اجازت نہ دے سکنے کی............ان الفاظ میں تصریح فرمائی کہ:

وانی لی بذالک؟ من موضع ما فیہ الا موضع قبری و قبر ابی بکر و عمر و عیسی بن مریم!

بھلا میرے پاس کسی کو اس جگہ دفن ہونے کی اجازت دینے کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے کہ جہاں صرف میرے مزار اور ابوبکر و عمر اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام (والرضوان) کی قبروں کیلئے جگہ مخصوص ہو چکی ہے۔ (کنز العمال جلد نمبر۷، ص ۲۲۸)

سیرۃ خلفاء اسلام ص ۸۷، ۸۸۔ مرتبہ: (جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ) اشاعتِ فروری ۱۹۶۵ء، مکتبہ احرار الاسلام، ملتان۔

حوأب کے کتوں کو بھونکائے گی۔ سلمیٰ نے مرتد ہونے کے بعد رسول اللہ کی اس بات کو پورا کیا"۔ تاریخ طبری جلد اول حصہ چہارم مطبوعہ جامعہ عثمانیہ ۱۹۴۱ء صفحہ نمبر ۵۵۔ حوالہ نمبر ۲: ابن خلدون حصہ اول رسول اور خلفاء رسول صفحہ نمبر ۴۴۰ مطبوعہ نفیس اکیڈیمی کراچی۔

ج ۱:۔ ام زمل سلمیٰ بنت مالک کا واقعہ ۱۲ ہجری دور صدیق اکبرؓ کا ہے۔ واقعہ جمل حضرت علیؓ کے دور خلافت کا سانحہ ہے جو ۳۶ھ میں پیش آیا جو بیس برس پہلے کے ایک واقعہ کو تاریخ مسخ کرنیوالوں نے حضرت عائشہؓ کی کردار کشی کیلئے استعمال کیا۔ منافقین کی ان غلط روایتوں کو دہرا کر ہم ام المومنین کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

طوالت سے بچنے کیلئے یہاں صرف طبری کے دو حوالے دیئے گئے ہیں۔ تاریخ کو مسخ کرنے کا انداز دیکھئے کہ ۱۲ ہجری میں کتے بھونکنے کے واقعہ کو جو ام زمل سلمیٰ بنت مالک پر گزرا، ابن جریر طبری کا اپنا لکھا ہوا ہے اسی کو اس نے کمال چابکدستی سے ۳۶ھ میں واقعہ جمل سے ملا کر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک کوشش کی۔ یہ مثل مشہور ہے کہ جھوٹے کا حافظہ ہمیشہ کمزور ہوتا ہے اور بغض آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی شخصیت تو اتنی عظیم ہے کہ اللہ اور رسول کے کسی ارشاد کے خلاف ان کے کسی عمل کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ امام بخاری اپنی تاریخ صغیر میں لکھتے ہیں کہ جس طرح مردوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے ہیں اسی طرح عورتوں میں مریم، سارا اور حوا پر بھی حضرت عائشہ کو برتری حاصل ہے۔

عورت کے سربراہ مملکت بننے یا نہ بننے کا مسئلہ دوسرا ہے البتہ مفتی صاحب نے یہ درست لکھا ہے کہ واقعہ جمل کے وقت ام المومنین سربراہ مملکت بننے کے خیال سے نہیں نکلی تھیں نہ بعد میں انہوں نے ایسا کوئی اظہارِ خیال فرمایا، سورہ احزاب کی تلاوت کر کے رونے والی بات جعلی روایتوں کا نتیجہ ہے۔

خصوصیات عائشہؓ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعدل الناس تھے آپ نے اپنی ازواج طاہرات و طیبات کو ایک ایک دن دے رکھا تھا اور سارا دن انہیں کے پاس گزارتے تھے مگر سیدہ عائشہ کی خوش نصیبی ملاحظہ ہو کہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دن بھی سیدہ عائشہ کو ہبہ کر دیا یوں سیدہ عائشہ کے ہاں آپؐ دو دن قیام فرمایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات انہی دنوں میں سے ایک میں حجرہ عائشہ میں ہوئی دراں حالیکہ آپ سیدہ کا آسرا لئے ہوئے تھے۔ سیدہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے آخر وقت مسواک چبا کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور یوں اللہ نے نبی کے دھنِ مبارک میں سیدہ کا لعاب دھن جمع کر دیا۔ لعاب دھنِ رسول و عائشہ کا جمع ہونا دنیا کی آخری گھڑی اور آخرت کے پہلے لمحہ میں وقوع پذیر ہوا۔ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ کائنات کے گھر میں دفن ہوئے۔ مجھے اس بات سے بہت سکون ہوا کہ میں نے عائشہ کی ہتھیلی کی سفیدی جنت میں دیکھی۔ سیدہ عائشہ حضور علیہ السلام کی تمام بیویوں سے زیادہ عالمہ تھیں۔ آپ علی الاطلاق تمام کائنات کی مومنہ خواتین سے بڑی عالمہ تھیں۔ عطاء ابن رباح کہتے ہیں سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ طیبہ تمام انسانوں سے زیادہ فقیہہ تھیں تمام انسانوں سے زیادہ علم رکھتی تھیں آپ کی رائے اجتماعی امور میں سب سے بہتر ہوتی تھی۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم اصحاب محمدؐ پر جب بھی کبھی حدیث کے بارے میں کوئی مشکل پیش آتی تو ہم نے اس کا علم سیدہ کے پاس پایا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت مریمؑ بنت عمران خدیجہؓ بنت خویلد اور آسیہؑ امراۃ فرعون پر اس طرح ہے جس طرح کھانوں میں (عربوں کے ہاں) ثرید کی فضیلت ہے فضائل و خصوصیات میں

کتابیں بھری پڑی ہیں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ لہ

آپ کی وفات حسرت آیات

سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۷ سڑسٹھ برس کی عمر میں منگل کی رات ۱۷ سترا رمضان المبارک ۵۷ھ میں ہوئی۔ آپ طبعی موت سے دوچار ہوئیں کوئی غیر طبعی حادثہ آپ کو پیش نہیں آیا اس سلسلہ کی تمام روایات حوزۂ "جلسیہ" قم کے گٹر کی عفونت پر مشتمل ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ سیدنا ابوہریرہ نے وتروں کی جماعت کے بعد پڑھائی۔

آپ کی تدفین

آپ کے دو بھانجے عبداللہ ابن زبیر اور عروہ ابن زبیر دو بھتیجے قاسم و عبداللہ محمد ابن ابوبکر کے بیٹے اور تیسرے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم شریک ہوئے ان عظیم فرزندوں نے اپنی اور اہل ایمان کی مادر مہربان اور امانت کبریٰ کو تراب کے پردوں میں مستور کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸، ص ۹۴)

طلوعِ سحر

جانشینِ امیرِ شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری مدظلہ کی گذشتہ پچیس برسوں میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت ازواج و اصحاب رسول علیہم الرضوان کے موضوع پر ہونے والی تقاریر کی جلد اوّل

طلوعِ سحر کے نام سے معاویہ پبلیکیشنز کے زیرِ اہتمام شائع ہوگئی ہے، خوبصورت ٹائیٹل اور کمپیوٹر کتابت سے مزین۔

۵۲۸ صفحات سیرت و تاریخ کے اہم موضوعات پر سیر حاصل خط

علماء، طلباء اور عامۃ الناس کے لئے یکساں افادیت کی حامل ایک بیش قیمت دینی پیشکش۔

قیمت: ۸۰ روپے

رابطہ کے لئے: معاویہ پبلیکیشنز، ۲۳۲ کوٹ تغلق شاہ ملتان۔

بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

لہ البدایہ والنہایہ ج ۸، ص ۹۲-۹۳

مولانا عبدالستار جھنگوی
مدرس مدرسہ معمورہ ملتان

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ہمارے اسلاف کے تذکرے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ایک محبت بھری داستان ہے ہم جب بھی سیدنا علیؓ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمارا دل عقیدت اور محبت سے بھر جاتا ہے۔ آپؓ نے رسول اکرمؐ کے عشق میں اپنی جان ہمیشہ ہتھیلی پر رکھی اپنے خاص علم وفضل کے باعث رسول کریمؐ کے پرائیویٹ سیکرٹری ہونے کا اعزاز حاصل تھا جو وحی آنحضرتؐ پر نازل ہوتی تھی اس کے لکھنے کے لئے آنحضرتؐ آپؓ کو بھی بلوایا کرتے تھے، قوموں اور قبیلوں سے جو معاہدے ہوتے تھے وہ آپؓ بھی لکھتے تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ آپؓ ہی کا لکھا ہوا تھا اسی طرح آنحضرتؐ نے آپؓ کو یمن کا قاضی اور مبلغ مقرر کرکے بھیجا تاکہ تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ وہاں لوگوں کے تنازعات کا بھی فیصلہ کریں اس خدمت کو آپ نے بڑی عمدگی سے انجام دیا۔ خود سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں یمن سے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے ساتھ کسی ایسے آدمی کو بھیج دیا جائے جو ہمیں کتاب اللہ اور سنت نبوی کی تعلیم دے اور کتاب اللہ کے مطابق ہمارے فیصلے کرے۔ آپؐ نے فرمایا اے علی! تم اہل یمن کے پاس جاؤ اور ان کو دینی تعلیم دو اور سنتیں سکھاؤ میں نے عرض کیا اہلِ یمن اُجڈ قوم ہیں میرے پاس ایسے مقدمات لائیں گے جن کا مجھے علم نہیں حضورؐ نے میرے سینے پہ ہاتھ مارا اور فرمایا تو جا بے شک اللہ تمہارے قلب کو ہدایت دے گا اور تیری زبان کو ثابت رکھے گا چنانچہ اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے وقت کبھی الجھن نہ ہوئی۔

فضائل ومناقب

سیدنا علیؓ تمام غزوات میں نبی اکرمؐ کے ساتھ رہے اور سخت ترین معرکوں میں علَم آپؓ کے ہاتھ میں رہا غزوہ تبوک کے لئے جاتے ہوئے نبی اکرمؐ نے آپؓ کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا اور فرمایا: اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ میرے بعد نبی نہیں۔ سیدنا علیؓ علم وحکمت میں اس سمندر کی طرح تھے کہ جس کا کنارہ ہی نہیں۔ زربن حُبیشؓ سے روایت ہے کہ سیدنا علیؓ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا نبیؐ پاک نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا

جو مومن ہوگا اور مجھ سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا (مسلم) حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کہیں بھیجا جس میں سیدنا علیؓ بھی تھے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔ یا اللہ مجھے موت نہ دینا جب تک کہ علیؓ کو نہ دیکھ لوں (بحوالہ ترمذی)

خوفِ خدا

سیدنا علیؓ کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپؓ فجر کی نماز پڑھا کر دائیں جانب رخ کرکے بیٹھ گئے۔ آپؓ کے چہرے سے رنج و غم کا اثر ظاہر ہو رہا تھا سورج نکلتے وقت آپ اسی طرح بیٹھے رہے۔ اس کے بعد بڑے تأثر کے ساتھ اپنا ہاتھ پلٹ کر فرمایا خدا کی قسم میں نے آنحضرت ؐ کے صحابہؓ کو دیکھا ہے آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا، ان کی صبح اس حال میں ہوتی کہ ان کے بال بکھرے ہوئے چہرے غبار آلود ہوتے وہ ساری رات اللہ کے حضور سجدے میں پڑے رہتے کھڑے کھڑے قرآن مجید پڑھتے، کھڑے کھڑے تھک جاتے تو کبھی ایک پاؤں پر سہارا لیتے اور کبھی دوسرے پاؤں پر وہ خدا کا ذکر کرتے، اس طرح جھومتے جیسے ہوا میں درخت حرکت کرتے ہیں اور خدا کے خوف سے ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے تھے اور اب لوگ غفلت میں رات گذار دیتے ہیں آخرت کی پرواہ تک نہیں۔

تقویٰ

جس طرح آپ گفتار میں بے مثال تھے اسی طرح ان کے تقویٰ اور ایمان کی بھی کوئی مثال نہ تھی، دنیاوی لذتوں سے کنارہ کشی میں آپ درجۂ کمال پر فائز تھے۔ جس وقت آپ امیرالمومنین تھے اس وقت بھی جو کی روٹی پر گذارا کرتے تھے۔ جس تھیلے میں آٹا رکھا ہوتا تھا اسے خود پیوند لگاتے تھے فرماتے مجھے گوارا نہیں کہ میرے پیٹ میں کوئی ایسی چیز جائے جس کا مجھے علم نہ ہو۔

فقر کی زندگی

حضرت سوید بن غفلہؓ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا علیؓ پر فقر کی نوبت آئی تو سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا اگر تو نبی کریمؐ کے پاس جاتی اور آپ سے سوال کرتی! چنانچہ سیدہؓ حضورؐ کی خدمت میں آئیں اور آپ کے پاس ام ایمنؓ بیٹھی ہوئی تھیں سیدہ فاطمہ نے عرض کی ابا جان فرشتوں کا کھانا تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور سبحان اللہ کہنا ہے ہمارا کھانا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق دے کر بھیجا محمدؐ کے کسی گھر میں تیس دن سے آگ بھی نہیں جلی، میرے پاس بکریاں آئی ہیں اگر تم چاہو تو تمہارے لئے پانچ بکریوں کا حکم دوں، اگر تم چاہو تو میں تمہیں پانچ کلمے سکھا دوں جو جبریلؑ نے مجھے سکھائے ہیں۔ سیدہؓ نے عرض کی وہ پانچ کلمات سکھا دیں جو جبریلؑ نے آپ کو سکھائے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا! کہ یَا اَوَّلَ الْاَوَّلِیْنَ وَیَا اٰخِرَ الْاٰخِرِیْنَ وَیَا ذَاالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ وَیَا رَاحِمَ

الْمَسَاكِيْنِ وَيَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ (اے تمام پہلوں کے پہلے اور سب آخروں کے آخر اے مضبوط قوت والے اے مسکینوں پر رحم کرنے والے اور تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے) اس کے بعد سیدہ واپس چلی گئیں، سیدنا علیؓ نے پوچھا کیا خبر لائیں؟ سیدہ نے جواب دیا میں تمہارے پاس سے دنیا لینے کے لئے گئی اور تمہارے واسطے آخرت لے کر آئی۔

علیؓ کا طرزِ زندگی مکمل سنت کی پیروی

خلافت پر متمکن ہوئے تو حالات یکسر بدل چکے تھے، ایسے واقعات کبھی رونما نہ ہوئے تھے، سبائیوں نے سیدنا عثمانؓ کو بے دردی سے شہید کیا، مدینہ کی حرمت کو پامال کیا، ام المؤمنین کی توہین کی، بجنگ جمل میں سیدنا علیؓ اور سیدہ عائشہؓ و زبیرؓ لڑنے کے لئے بصرہ میں نہ آئے تھے بلکہ سب نے اپنے آنے کا مقصد اصلاح احوال بتایا لیکن حالات یکایک بدلے اور ان قاتلینِ عثمانؓ نے رات کے تیسرے پہر سیدہ عائشہؓ کے کیمپوں پر حملہ کر دیا۔ اب ذرا سیدنا علیؓ کا حسنِ انصاف ملاحظہ فرمایئے:

آپؓ نے قصاصِ عثمانؓ کے لئے لڑنے والوں سیدنا معاویہؓ اور ان کے معاونین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ کافر کہا اور نہ باغی (نہ صورتاً نہ حقیقتاً) بلکہ خون کے اس دریا کو عبور کرنے کے بعد آپ نے ہر ایک کی سابقہ پوزیشن بحال رکھی۔ سیدہ عائشہؓ کے بارے میں فرمایا: وَلَهَا بَعْدُ حُرْمَتُهَا الْاُوْلٰى (شریف رضی شیعہ ۴۰۶ھ) آپ کا مقام آپ کے بعد بھی وہی ہے جو پہلے تھا۔ جمل کے واقعہ کے بعد بھی آپ کی عزت وہی ہے جو آج سے پہلے تھی، آپؓ کی فراست کی وجہ سے سبائیوں کے ارادے خاک میں مل گئے۔

عبادت

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ علیؓ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ آپ کے در سے کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹا، قُوت لایموت تک سائلوں کو دے دیتے تھے، اور خود فاقہ سے سو رہتے تھے، بیت المال کو یتیم کا مال سمجھتے تھے، ہر طرح کی تکلیف اٹھاتے تھے لیکن اپنے حق سے زیادہ ایک درہم بھی بیت المال سے لینا حرام سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ سخت سردی میں ایک معمولی پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، بدن کانپ رہا تھا ایک شخص نے عرض کیا امیرالمؤمنین بیت المال میں آپ کا حق ہے آپ نے فرمایا میں مسلمانوں کی حق تلفی نہیں کر سکتا۔

سیدنا علیؓ کے خلفاء ثلثہ سے تعلقات

طبقات ابن سعد میں ہے عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد حضرت قاسمؒ سے روایت کرتے

ہیں کہ سیدنا ابوبکرؓ کو جب صائب الرائے لوگوں کے مشورہ کی ضرورت پیش آتی تھی تو عمر بن خطابؓ، عثمان بن عفانؓ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو بلاتے تھے۔ اور یہ تمام لوگ اس وقت کے مفتی تھے۔ سیدنا عمرؓ نے اپنی خلافت میں حکم دے رکھا تھا لا یفتین احد فی المسجد وعلی حاضرٌ۔ (حق الیقین عربی ص۱۴۲) کوئی شخص سیدنا علیؓ کے موجودگی میں مسجد میں فتویٰ نہ دے۔ نیز استبصار جلد دوم ص۲۱۹ پر مرقوم ہے ایک لوطی کو پکڑ کر سیدنا عمرؓ کے دربار میں لایا گیا وہاں سیدنا علیؓ اور دوسرے صحابہ موجود تھے اس کی سزا کے متعلق مشورہ ہوا۔ تو سیدنا علیؓ کے مشورہ سے اُسے آگ میں جلایا گیا فامر بہ امیر المؤمنین علیہ السلام فاحرق بہ (سیدنا علیؓ نے حکم دیا کہ اس کو جلا دو پس وہ جلا دیا گیا) رضی اللہ عن سائر الصحاب والتابعین۔

اہلِ سنت کا روپ دھار کر رافضیت و سبائیت پھیلانے والے مذہبی بہروپیوں کا مکمل پوسٹ مارٹم،
معرکہ حق و باطل میں ایک حق پرست عالم دین کی صدائے رستاخیز

فتنہ سبائیت کے تابوت میں پہلا کیل — باطل کے ایوانوں میں رعد کی گونج

سبائی فتنہ (جلد اوّل)

مصنف :- حضرت مولانا ابو ریحان سیالکوٹی

ایک تہلکہ خیز کتاب — ایک علمی محاسبہ

جس میں ....!

اسلام کے خلاف یہودیوں، سبائیوں اور رافضیوں کی گھناؤنی سازشوں کو طشت از بام کیا گیا ہے۔ مقام و منصب صحابہ کرامؓ کو مجروح کرنے والے سبائی ایجنٹوں اور رافضی گماشتوں کے مکروہ چہروں کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں دوذہنی پیدا کرنے والے نام نہاد تقدس مابوں اور نسبتوں کے پجاریوں کے فکری مغالطوں اور علمی بے مائیگی کا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے۔ علم کے نام پر جہالت اور حق کے نام پر باطل افکار پھیلانے والوں کی فتنہ سامانیوں کو تار تار کر دیا گیا ہے۔ خلافت راشدہ اور خطاء اجتہادی جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

صفحات: 576، خوبصورت جلد، کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ طباعت، قیمت =/125 روپے، **خصوصی رعایت** =/90 روپے پیشگی منی آرڈر بھیجنے والوں کو رجسٹرڈ ڈاک سے کتاب ارسال کی جائے گی۔ اپنا آرڈر جلد ارسال کریں۔

ملنے کے پتے :- بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
شیخ فہیم اصغر فہیم چپل سٹور، قاضی مارکیٹ، تلہ گنگ

ابو سفیان تائب

ایمان کی شاخیں

سید المرسلین، خاتم النبین و خاتم المعصومین، سرکارِ دوعالم، فرِ موجودات، امام الانبیاء سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے کہ "ایمان کی ۷۰ سے زیادہ شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے افضل لاالہ الااللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی شعبہ ہے ایمان کا)"۔ (رواہ الستہ) امام نوَوی فرماتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ "توحید" یعنی کلمۂ طیبہ لاالہ الااللہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر توحید کا درجہ ہے اس سے اوپر کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مکلف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے اس چیز کا دفع کرنا ہے جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ شرّاح بخاری نے اس باب میں مختلف تصانیف سے تلخیص کرتے ہوئے ان کو مختصر طور پر جمع فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اوّل تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا۔ دوسرے زبان کا اقرار و عمل تیسرے بدن کے اعمال۔ یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصّوں میں منقسم ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات، اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔

(۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔ (۴) اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔ (۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔ (۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بری سب اللہ کی طرف سے ہے۔ (۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال و جواب، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تلنا اور پل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہے۔ (۸) جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن ان شاءاللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (۹) جہنم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنا۔ (۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے بغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبت۔(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپؐ کی تعظیم بھی آ گئی اور حضورؐ پر درود شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔(۱۳) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔(۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد۔(۱۵) اللہ کا خوف۔(۱۶) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا۔(۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔(۱۸) شکر گزاری۔(۱۹) وفا (۲۰) صبر (۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔

(۲۲) شفقت و رحمت جس میں بچوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے۔(۲۳) مقدر پر راضی ہونا۔
(۲۴) توکل(۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے۔(۲۶) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے۔(۲۷) حیا کرنا۔(۲۸) غصہ ضبط کرنا۔(۲۹) فریب نہ دینا جس میں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے۔(۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔

دوسری قسم زبان کا عمل ہے جس میں (۳۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا(۳۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا(۳۳) علم سیکھنا
(۳۴) دوسروں کو علم سکھانا(۳۵) دعا کرنا(۳۶) اللہ کا ذکر کرنا جس میں استغفار بھی داخل ہے۔(۳۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم بدن کے اعمال ہیں۔(۳۸) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض و نفاس اور جنابت کا غسل بھی۔(۳۹) نماز کی پابندی کرنا، اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے۔(۴۰) صدقہ جس میں زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا، مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے۔(۴۱) روزہ رکھنا فرض ہو یا نفل(۴۲) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی۔(۴۳) اعتکاف کرنا جس میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے۔(۴۴) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جس میں ہجرت بھی داخل ہے۔(۴۵) نذر کا پورا کرنا۔(۴۶) قسموں کی نگہداشت کرنا۔(۴۷) کفاروں کا ادا کرنا۔(۴۸) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانپنا(۴۹) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا۔(۵۰) جنازہ کا اہتمام کرنا اور اس کے جملہ امور کا انتظام کرنا۔(۵۱) قرض کا ادا کرنا(۵۲) معاملات کا درست کرنا، سود سے بچنا۔(۵۳) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا(۵۴) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا۔(۵۵) اہل و عیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور ان کا ادا کرنا اس میں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں۔(۵۶) والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، نرمی برتنا، فرمانبرداری کرنا۔(۵۷) اولاد کی اچھی تربیت کرنا۔(۵۸) صلہ رحمی

کرنا۔(۵۹) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔(٦٠) عدل کے ساتھ حکومت کرنا(٦١) اہلِ حق کا ساتھ دینا(٦٢) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلاف شرع حکم نہ ہو)(٦٣) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جس میں مفسدوں کو سزا دینا اور باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے۔(٦۴) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا۔(٦۵) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا جس میں وعظ و تبلیغ بھی داخل ہے۔(٦٦) حدود کا قائم کرنا۔(٦۷) جہاد کرنا جس میں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے۔(٦٨) امانت کا ادا کرنا جس میں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے۔(٦٩) قرض کا دینا اور ادا کرنا(۷٠) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا، ان کا احترام کرنا۔(۷۱) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے۔(۷۲) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا، اسراف اور بخل سے بچنا بھی اس میں داخل ہے۔(۷۳) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا۔(۷۴) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا۔(۷۵) دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا۔(۷٦) لہو ولعب سے بچنا۔(۷۷) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔

علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہیئے کہ ان میں غور و فکر کرے۔ جو اوصاف اس میں ان میں سے پائے جاتے ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو ان کے حاصل کرنے کی سعی اور اللہ تعالیٰ سے ان کے حصول کی توفیق مانگتا رہے"۔

وما توفیقی الا باللہ

فرمانِ رسول علیہ السلام

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں سیدنا ابیّ ابن کعبؓ نے عرض کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لے کر فرمایا ہے، آپ نے فرمایا ہاں! اُبیّ ابن کعبؓ نے عرض کیا، کہا مجھے رب العٰلمین کی محفل میں یاد کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں!

یہ سن کر سیدنا اُبیّ ابن کعبؓ پر گریہ طاری ہو گیا اور آنسو بہ نکلے۔!

(صحیح بخاری)

سید عطاء المحسن بخاری

"مرزاہٹ"...............!

مرزائیوں کو دعوتِ حق

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور انسانی سماج کی حسین و جمیل تشکیل کے لئے نہ تو کسی سے مشورہ کیا۔ اور نہ ہی وہ مشورہ کے لئے کسی ضابطہ و قانون کا پابند ہے وہ مالک و مختار مطلق ہے جو چاہتا ہے، جیسے چاہتا ہے کرتا ہے اس سے کوئی پوچھ گچھ کرنے والا نہیں وہاں کیوں اور کیسے کا گزر ہی نہیں ان کا تو ایک ہی واضح مطالبہ ہے۔

اطیعونی........ صرف میری اطاعت کرو۔ اللہ کا یہ حق اس لئے بھی ماننا ضروری ہے کہ اسے ہم نے اللہ مان لیا ہے جب اللہ مان لیا تو اس کے تمام حقوق تسلیم کرنا عین ایمان ہے ان حقوق میں مین میخ نکالنا پھر بندے کا حق نہیں آقا و غلام کا رشتہ ہی ایسا ہے کہ اس میں غلام کی ذات کی نفی بندگی کی بنیاد ہے۔ بندگی کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اپنی ذلتوں کا اعتراف اور معبود کی عظمتوں، رفعتوں کا اقرار کیا جائے۔ سنو! کہ ہم بندگانِ بے کس تمناؤں کے منہ زور گھوڑے کے ایسے سوار ہیں

نے ہاتھ باگ پہ ہے نہ پا ہے رکاب میں

اس بے بضاعتی و کم مائیگی کے باوصف پانی کے اس بلبلے کو خدائی اور ابدیت کے افق پر تمنا کا دوسرا قدم جمانے کا روگ لاحق ہے۔ ہر چند کہ حضرتِ انسان نے اس آرزو کا شاہکار تراشنے کے لئے اکتشافات اور یافتوں کا نعرۂ انا ولاغیری بارہا لگایا مگر

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
ہر چند کہیں کہ ہے! نہیں ہے

انسان کی اسی کاوش و کاہش کے مختلف مظاہر دیکھنے میں آئے ہیں کہیں شداد و ہامان اپنی تعلیوں اور تجلیوں میں بدمست ناقوسِ کبریائی بجاتا نظر آتا ہے تو کہیں نمرود و فرعون الوہیت و فطری حکومت کے الہیاتی تشکیل و تعبیر میں غلطاں و پیچاں دکھائی دیتا ہے اور ان کا جبر و استبداد اس پر مستزاد...... لیکن اللہ لم یزل نے اپنے ان ناکس بندوں کی رہنمائی ہدایت اور تسکین کیلئے بھی یہی حکم دیا کہ

و قولا له قولاً ليناً لعله يتذكر او يخشى

تم دونوں (موسیٰ و ہارون علیہما السلام) فرعون سے نرم لب و لہجہ میں گفت و گو کرو ہو سکتا ہے کوئی بات ان کے دل میں اتر جائے اور وہ خشیت کا پیکر بن جائے۔ ان فراعنہ و نمارده کو ان کی تمام سرکشی اور طاغوتیت کے

باوجود حسنِ سلوک، مروت اور نرم لب و لہجہ میں فہمائش کا حکم بھی اسکی شانِ الوہیت اور اختیارات کے بے کراں وسعتوں کی علامت ہے۔ اس لب و لہجہ کے حکم کا پس منظر یہ ہے کہ دنیا میں ان کے لئے جتنی آسانیاں مہیا کی جا سکتی ہیں...... کی جائیں تاکہ اظہارِ حق، افہامِ حق، ایصالِ حق اور ادراکِ حق کے تمام طریقے آزمائے جائیں اور قبولِ حق کے لئے کوئی عُذر باقی نہ رہے اور شیطان بھی قیامت کے دن داورِ محشر کے سامنے کھل کے انہیں کہہ اٹھے۔

فلا تلومو ننی ولومو انفسکم

(مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو) ——————————

انہی فریب خوردہ شاہینوں میں سے ایک کرگسی شاہین مسٹر مرزا ——————— غلام احمد قادیانی بھی ہے جس نے اللہ کے انتخاب کے مقابلہ میں نفسی انتخاب کو مجددیت، مہدویت، مسیحیت اور آخر میں نبوت و رسالت جانا، مانا اور پھر اس ابلیسی نفسانیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ ۱۸۷۸ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک اس نے اپنی ساری توانائیاں ظلمت و تاریکی کی گھمبیرتا پھیلانے میں صرف کر دیں مولوی محمد حسین بٹالوی مرحوم سے لے کر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تک تمام اعاظم و اکابرِ ملت نے اس تاریکی کی دبیز تہوں کو کاٹنے میں عمر بتا دی مگر مرزا غلام احمد، اس کا بیٹا بشیر الدین محمود اس کے نائبین مولوی محمد علی حکیم نورالدین اس کے پوتے مرزا ناصر اور اب مرزا طاہر تمام نے بال ہٹ، تریاہٹ اور راج ہٹ کی ضرب الامثال میں چوتھی ہٹ "مرزاہٹ" کا اضافہ کیا اور اپنی منفی، سامراجی اور صیہونی قوتوں کے بل بوتے پر امت میں تخریب کاری کی انتہاء کر دی دشنام، الزام، تہمت، بہتان، دھوکہ، فریب، تاویل و تعبیر زور کا بازار ایسا گرم کیا کہ پناہ بخدا........ اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور گناہ و کفر پر اصرار کو استقامت سے تعبیر کیا اور وحدتِ اُمت کو پارا پارا کر دیا۔

مجلس احرار اسلام نے ۱۹۳۴ء سے اس طاغوتی قبیلے کا عوامی محاسبہ شروع کیا اور اب کہ ۱۹۹۲ء بیت رہا ہے یہ محاسبہ جاری و ساری ہے۔ قافلۂ احرار مرزائیت کے تعاقب میں رواں دواں ہے۔ ہمارے بزرگوں نے اس وادیٔ پُرخار میں اپنی عمر کی بہاریں لُٹا دیں اور اس فتنۂ خبیثہ کی سرکوبی میں قربانی و ایثار کی داستانیں وراثت میں چھوڑ گئے قافلہ سالار ایک ایک کر کے راہِ حق میں جاں سپاری و جاں بازی کا خطِ مستقیم کھینچ گئے۔ آج بھی قافلۂ احرار اللہ کے فضل اور اسکی رحمت کی طاقت کے سہارے نئے نئے مجاہدانِ سر بکف سے آراستہ ہو کر دشمن کی صف بندی کو تتر بتر کرنے کے لئے برسرپیکار ہے۔ ہم نے قلم کا علَم بلاغت تھام لیا ہے اور کفر کی تاریکیوں میں علومِ نبوت کا چراغ روشن کئے دعوت کا فریضہ ادا کرنے پر کمر بستہ ہیں۔ ہم "دعوتِ حق" دیتے ہیں ان گم کردہ راہ لوگوں کو جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی اعتبار سے نبوت کے اجراء کے قائل ہیں۔ اور غلام احمد قادیانی کو تدریجی مراحل سے گزرتا ہوا مقامِ نبوت پر فائز شخص مانتے ہیں۔ نبوت، رسالت، عصمت، امامت اور ختم نبوت ایسے اوصاف ہیں جو قسامِ ازل نے نبوت کے شخصِ اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری آب و تاب کے ساتھ تقسیم کر دیئے اب یہ اوصاف صرف آپ کا حصہ ہیں ان اوصاف میں آپ بہم وجوہ اب وہ واحد ذاتِ قدسی صفت ہیں جس کا کوئی سہیم و شریک نہیں ہے۔ اللہ نے یہ نظام اب ختم کر دیا ہے----- اب صرف نبوۃ و رسالت کی تخلیق نہیں ہو گی۔ بلکہ تاجدارِ انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت کا طلب گار ہے اس

کے لئے ایک ہی راستہ ہے سچا اور سیدھا راستہ اور وہ ہے محمد رسول اللہ کی اطاعت کا راستہ، راہِ حق، جادۂ حق اور منزلِ حق

و ان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتّبعو السُبل فتفرق بکم عن سبیلہ

اور بے شک و شبہ میرا ہی راستہ سیدھا راستہ ہے اسکی اتباع کرو۔ دوسرے تمام راستوں کی اتباع مت کرو۔ ورنہ یہ راہِ حق بھی گم کر بیٹھو گے۔

اللہ سے دعاء کرتا ہوں، درخواست و التجا کرتا ہوں کہ جو لوگ کسی بھی وجہ سے غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مجددیت، مہدویتِ مسیحیت اور نبوت و رسالت کے جال میں گرفتار ہو چکے ہیں وہ ہادیٔ مطلق انہیں ہدایت کا روشن راستہ دکھا ئیں۔ (آمین)

(بقیہ ص ۵۳) واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین (شعراء ۲۱۵)

ایمان والوں میں جو آپ کی اتباع کرتے ہیں ان کے ساتھ تواضع اور نرمی کے ساتھ پیش آیا کیجئے۔

مومنین کے ساتھ اتباع کا لفظ اس لئے بڑھایا تاکہ واضح ہو جائے کہ مومنین سے کوئی خاص طبقہ یا قوم خاندان مراد نہیں ہے، بلکہ جو بھی آپ کی اتباع کرے۔ چنانچہ شاہ صاحب نے اس نکتہ کو اپنے تشریحی حاشیہ میں واضح کیا اور فرمایا۔

"شفقت میں رکھ ایمان والوں کو، اپنے ہوں یا پرائے"

شاہ عبدالقادر صاحب کا اجتہادی نکتہ

اشداء علی الکفار رحماء بینھم

کی تفسیر کرتے ہوئے شاہ صاحب نے جو حاشیہ تحریر فرمایا ہے وہ بڑا فکر انگیز ہے.... فرماتے ہیں۔

"جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے، اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ"۔ (موضح القرآن ۸۵۲)

مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنھم) کی اصل فطرت نہ نرمی ہے اور نہ سختی ہے، فطری وصف ہر موقعہ پر نمایاں ہوتا ہے۔ ان حضرات کی اصل فطرت تعمیلِ حکم ہے، ایمان باللہ نے ان حضرات کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے جسے قرآن کریم نے فرشتوں کا مقام قرار دیا ہے یعنی

لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون (تحریم ٦)

ملائکہ کی فطرت اور مقصدِ تخلیق یہ ہے کہ وہ حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں۔

بڑا نازک مقام ہے اس لئے حضرت شاہ صاحب نے بڑے ادب و احتیاط سے اس نازک مسئلہ کو بیان کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ بہرحال بشر ہیں اور بشری لوازمات سے متصف ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جس جماعت کو کار نبوت کیلئے قوتِ نافذہ بنایا ہو اس جماعت کو فطری طور پر اطاعت گزاری کے وصف پر قائم کر دیا۔

بشریت نے کبھی کبھی اپنا رنگ دکھایا۔ لیکن بشریت کے لوازمات مغلوب رہے۔ (جاری)

متنبیٔ قادیاں کا ترانہ

تکمیل عمر بھر میرے القاب کی نہ ہو
ان پر اگر اضافۂ سی آئی ڈی نہ ہو

بغداد[1] کے سقوط کا قصہ ہے ناتمام
جب تک کہ اس میں درج مری ڈائری نہ ہو

ہنستا ہے میرے حال پہ ظالم ابوالوفا[2]
ڈرتا ہوں میں کہیں یہ قضا کی ہنسی نہ ہو

مارا کسی نے شملے سے میرے جگر میں تیر
لاہور کا کہیں یہ محمد علی[3] نہ ہو

میری[4] بلا سے مکہ لٹے کربلا لٹے
چندے سے ہے غرض مجھے اس میں کمی نہ ہو

---

[1] سقوط بغداد پہلی جنگ عظیم کے دوران میں جب انگریزوں نے ترکوں سے عراق چھین لیا۔ تو قادیاں نے مسرت کا اظہار کیا تھا۔ شعر میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ (نظیر)

[2] ابوالوفا مولوی ثناء اللہ امرت سری ایڈیٹر اہلِ حدیث مرزا قادیاں نے جن کی موت کی پیش گوئی کی تھی۔ جو غلط نکلی اور مولانا ثناء اللہ کا انتقال مرزا کی موت سے ربع صدی بعد ہوا۔ شعر میں اسی پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے (نظیر)

[3] مولوی محمد علی ایم۔اے ایل ایل بی مرزائیوں کی لاہوری جماعت کا امیر تھا۔ ان سے قادیاں کی چپقلش رہتی تھی (نظیر)

[4] پہلی جنگ عظیم کے بعد ممالک ترک و عرب پر اتحادیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور بعض مقاماتِ مقدسہ کی بے حرمتی کی گئی تھی۔ شعر میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے (نظیر)

کس کتاب میں ہے کہ خیرؐ البشر کے بعد
ہرگز کسی کو دعویٰ پیغمبری نہ ہو

کیا مصطفےٰ کے بعد نہ آیا مسیلمہ
پھر قادیاں میں کس لئے مجھ سا نبی نہ ہو

اس اخرجو الیھود کا قائل نہیں ہوں میں
برطانیہ سے جس کی سند مل چکی نہ ہو

پیش نظر اگر ہے خلافت کی کانٹ چھانٹ
پھر قادیاں ہی کس لئے کنٹر بری نہ ہو

جس کے ثمر مرے لئے اس درجہ تلخ ہوں
اسلام کی وہ شاخ خدایا ہری نہ ہو
۲۲ جولائی ۱۹۲۰ء

شیزان کی جملہ مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے

"شیزان" مرزائیوں کی فیکٹری ہے اس کی آمدنی کا ایک کثیر حصہ "دارالکفر ربوہ" جاتا ہے آپ تو اس جرم میں شریک نہ ہوں!
شیزان کی جملہ مصنوعات کا بائیکاٹ دینی غیرت اور ملی حمیت کا تقاضیٰ ہے۔
تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

ایران میں اہلِ سُنّت پر مظالم

اب تک سیکڑوں علماء اور کارکنوں کو بے گناہ شہید کیا جا چکا ہے

پریس ریلیز : رخارجیہ کمیٹی "سازمانِ مجاہدین اہلِ سنت" ایران سے

عقل و بصیرت والے عموماً حقیقت تک رسائی کے لئے کسی بھی چیز کی دو صورتوں کو ہی دیکھتے ہیں : ر مثبت ، منفی ۔ یا ۔ اصلی اور جعلی ۔ چونکہ اصل و نقل میں کچھ نہ کچھ تفاوت اور امتیاز ضرور ہوتا ہے اس لئے اس کے تمام پہلوؤں پر غور و فکر کے نتیجہ میں حقائق کی روشنی حاصل کرنے میں آسانی بھی ہو جاتی ہے ، موجودہ دور کے مسلمانوں کی شامتِ اعمال ہے کہ اسلامی انقلاب اور حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے کتنی قربانیاں ، کہاں ، کس نے ، کس طرح دیں ؟ سب کچھ نظر انداز کر کے نتائج کا ثمر کسی اور کی جھولی میں ڈال دیا جاتا ہے ۔ اور ان تمام حالات و واقعات سے بین الاقوامی سازش کے تحت مسلمانوں کو بے خبر رکھا جاتا ہے ۔ جس کے لئے میڈیا سب سے اہم کردار ادا کر رہا ہے ، زوال برطانیہ کے بعد جس انداز میں اسلامی تحریکوں کے لئے ناقابلِ حل مسائل اور پیچیدگیاں پیش آئیں ۔ وہاں یہ بات بھی حقیقت بنی کہ مسیحیت کی یلغار اور اس کی سیاسی دغا بازی اور خیانت امتِ مسلمہ کی اجتماعی روح کو مردہ نہ بنا سکی ۔ مسلمانوں کی یہ اجتماعی فکری ، بیداری عالمی کفر کے لئے ایک ناقابلِ برداشت چیلنج تھا ۔ چنانچہ جہاں بھی اسلامی تحریکیں مضبوط تھیں اور حکومتِ شرعیہ کے قیام کے لئے بیش بہا قربانیاں دی گئی تھیں ، وہاں عالمی استعمار نے اسلامی تحریکات کو دبانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتی بلکہ اس کے مقابلے میں ایک ایسے مقام ، مقصد اور فکر کو تلاش کیا گیا جسے نقل ہونے کے باوجود اصل کی جگہ زبردستی فٹ کیا جائے شیعہ مکتبِ فکر اپنے مخصوص بے بنیاد عقائد اور سطحی فکر و فلسفہ کی بدولت ، ہر دور کے اسلامی سماج میں دشمنانِ اسلام کے عزائم کا محافظ رہا ہے اس لئے اس بار بھی عالمی کفر کی نظرِ انتخاب ، پاکستان ، ترکیہ ، مصر اور فلسطین کی بجائے ایران پر پڑی ۔ اور ایک خاص ڈرامائی انداز میں شاہ کو بے دخل کر کے خمینی کو مسندِ اقتدار پر بٹھایا گیا ان کے لئے یہ انتخاب لاجواب اور بے مثال تھا کہ اس کے ذریعہ سے اسلامی تحریکوں کو بدنام اور مایوس کرنے کی راہ ہموار کی گئی اور اسلام کے لبادے میں چھپے ہوئے سبائی اور رافضی منافقوں کو وحدتِ اُمّت پارہ پارہ

کرنے کا کام سونپا گیا۔ چونکہ عالمی شیطان جانتے تھے کہ اگر پاکستان یا کسی دوسرے ملک میں صحیح اسلامی انقلاب آگیا یا جس کی مذہبی و سیاسی قیادت اصحاب رسول علیہ السلام کی روش پر ہو تو صاف ظاہر ہے کہ وہاں قرآن و سنت کے قوانین نافذ ہوں گے جب کہ دنیا بھر کے وہ انسان جو اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین سے تنگ آچکے ہیں اسلام کی راہ پر چل کھڑے ہوں گے۔

شیعہ فکر مسلمانوں کے فکری انتشار اور اضطراب کے لئے پیدا کیا گیا، عالمی شیطانی قوتیں ناقص اور ضعیف عقائد اور سیاسی بدا عمالیوں کو بنیاد بنا کر دنیا میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ایرانی طرز کا اسلامی انقلاب آئے گا تو تباہی اور بربادی ہوگی جب کہ فی الحقیقت یہ انقلاب اسلامی نہیں بلکہ ایرانی اور شیعی انقلاب تھا جو اسلام دشمن قوتوں کی تمنا کے عین مطابق تھا۔ ایک متعصب مذہبی ٹولے نے ظلم و بربریت کا ایسا سلسلہ شروع کیا، جو ہلاکو، چنگیز، رستم اور کیخسرو پرویز بھی نہ کر سکے۔ صرف شخصی اور گروہی اقتدار کے تحفظ کے لئے لاکھوں دانشوروں اور جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور اس ناقص اور مذموم عمل کے ساتھ ساتھ امّتِ مسلمہ کی صفوں میں انتشار اور افتراق کا بھی راستہ کھولا گیا، پہلی فرصت میں عالمی سطح پر شیعوں کی تنظیم سازی کی گئی اور اس مشن پر بے دریغ ایرانی سرمایہ خرچ کیا گیا۔

اس کے علاوہ وہابیت کی بنیاد پر ایک ڈس انفارمیشن سیل قائم کیا گیا جسے دنیا کی صحیح اسلامی تحریکوں کے خلاف استعمال کیا گیا، عالمی سطح پر شیعیت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ سُنّی مسلمانوں کو شیعہ بنانے کی تحریک شروع کی گئی۔ جب کہ ایران کے اندر اہلِ سنت کو سیاسی، مذہبی اور تمدنی حقوق سے زبردستی محروم کر دیا گیا۔ اس صورتِ حال کو ایران کے سُنّی علماء اور عامۃ الناس اچھی طرح سمجھ چکے تھے لیکن ایرانی حکومت کے خلاف ادنیٰ سی بات کہہ دینا موت کا پیغام تھی، اہلِ سنّت کے علماء کو زر اور زور کے بل بوتے پر رام کرنے کی کوشش بھی کی گئی مگر ان کی مزاحمت پر متعصب گروہ نے اہلِ سنّت کے علماء کو ہراساں کرنا شروع کر دیا اور معمولی سیاسی اختلاف پر بھی علماء کو قتل اور زندان کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

اسی بنیاد پر مولانا نظر محمد، مولانا محی الدین اور بہت سارے دیگر علماء گرفتار ہوئے ان پر اتنا تشدّد ہوا کہ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے بہت سارے فسادات ہوئے اور سُنّی علاقوں میں شیعہ نو آبادیاں تعمیر کرائی گئیں۔ مؤمنین اہل سنت نے انہی مسائل کو مدِّ نظر رکھ کر ایران کی جابرانہ فضا سے بغاوت کر کے قرب و جوار کے ممالک میں اپنے ایمان و عقیدہ اور مذہب کی بقاء کے لئے پناہ گیر ہوئے اور ان ممالک میں بسنے والے مسلمانوں

نے نہایت فراخ دلی اور خوش اسلوبی سے ان مظلوموں کی آباد کاری میں تعاون کیا، اس آزاد فضا میں ایرانی اہل سنت کے جانبازعلماء نے ایک سیاسی پلیٹ فارم تشکیل دینا ضروری سمجھا اور اس مقصد کے لئے سازمان مجاہدین اہل سنت ایران کے نام سے تنظیم قائم کی جس نے منظم انداز میں عالمی سطح پر اہل سنت ایران پر ہونے والے مظالم کو نشر کیا، عالمی رائے عامہ ان کے مذموم کردار کی طرف متوجہ ہوئی اور دنیا کے اطراف واکناف میں ایران کے غیر اسلامی انقلاب اور نااہل قیادت کے بارے میں سوچا جانے لگا۔ اہل سنت پر ایرانی حکومت کا عتاب اور بڑھ گیا۔ گرفتاریوں اور تشدد کا سلسلہ تیز تر ہوگیا۔ چنانچہ سینکڑوں علماء کردستان، خراسان، ہرمزگان اور بلوچستان سے گرفتار کئے گئے۔ اور بے گناہ پھانسیوں کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا۔ کردستان سے ایک عظیم عالم اور اسلامی دانشور کاک ناصر کو شہید کیا گیا، اور خراسان میں عبدالحق جعفری اور محمد عبدالواحدی کو بھی جرم ثابت ہوئے بغیر بے گناہ شہید کر دیا گیا۔ دو سال پہلے ایرانی اہل سنت کے ایک مایہ ناز سپوت اور ہونہار نوجوان عالم دین مولوی عبدالوہاب صدیقی خوافی کو ان کے شہر خواف میں گرفتار کیا گیا۔ دو سال تک جیل میں انتہائی تشدّد اور درندگی کا نشانہ بنایا گیا اور بالآخر ۲۱ اپریل ۱۹۹۱ء کو انہیں شہید کر دیا گیا۔ عالمی کفر یہ طاقتیں اور ایران کی مذہبی قیادت میں فکری وعملی ہم آہنگی ثابت ہو چکی ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ ایران میں ہونے والے ان مظالم پر بالکل خاموش ہیں اور کبھی کبھار ہونے والے تبصرے بھی اس انداز میں کئے جاتے ہیں کہ گویا ایرانی نظام ایک عادلانہ اور واقعی انقلابی نظام ہے لیکن عالمی کفر اور اس کے اجیر نوکروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ عبدالوہاب کو پھانسی پر چڑھا کر انہوں نے اپنے اقتدار کی بنیاد کو ڈھانا شروع کر دیا ہے۔ عبدالوہاب اور اس طرح کے دیگر علماء کا جرم کیا تھا؟ صرف یہ کہ وہ سُنّی اور حق آگاہ تھے۔ اور ایران کی شیعہ حکومت نے ان حق آگاہ لوگوں کو جڑ سے مٹانے کے اپنے مذموم پروگرام پر عمل درآمد کر رکھا ہے جس کا واضح ثبوت یہی ہے کہ خمینی کی ہلاکت کے بعد سے اب تک صرف علماء میں سے چار مجاہدین اہل سنت (۱) مولانا قدرت اللہ جعفری (۲) علامہ ناصر سبحانی (۳) مولانا محمد عبدالواحدی اور (۴) مولانا عبدالوہاب صدیقی) شہید کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ جو نوجوان شہید کئے گئے ہیں ان کی تعداد اس سے فزوں تر ہے اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ آج بھی بہت سے علماء کرام جیل کی کوٹھڑیوں میں موت وحیات کی کشمکش میں زندگی گذار رہے ہیں، ظلم وتشدّد اس انتہاء کو پہنچ چکا ہے کہ سنیوں کو اپنے گھروں اور شہروں اور دکانوں سے بے دخل کیا جا رہا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ذرائع ابلاغ تمام کے تمام سُنّیت کے

خلاف زہر اُگل رہے ہیں اور شیعیت کے دامِ تزویر کا شکار ہیں۔ عالمی کفر کا بے غیرتی پر مبنی سکوت اور نام نہاد اقوامِ متحدہ کی سامراج نوازی بھی سنّیانِ ایران کے لئے ایک بہت بڑی اضافی اذیّت ہے۔ لیکن ایران کے غیور سنّیوں نے عہد کیا ہے کہ شیعی حکومت کو اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہونے دیں گے، اور مسلمانانِ عالم کا فرض ہے کہ وہ ایرانی مسلمانوں کی اس خالصتاً مؤمنانہ تگ و تاز میں ہر ممکن شرکت کریں۔ خدا کرے کہ عالمِ اسلام کی بیداری کا وہ روزِ سعید جلد طلوع ہو!

(بقیہ از صفحہ ۲۸)

الفردوس نصیب فرمائے۔ پوری ریاست بہاولپور میں سب سے پہلے رفیق نور احمد باغی مرحوم نے مجلس احرار اسلام کے قیام کا ڈول ڈالا اور ان کے ابتدائی ساتھیوں میں خان پور کے شیخ عبدالرحمن نومسلم مرحوم اور مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم درخواستی احمد پور لماں سے میاں غلام حسن بلوچ (حال مقیم فیروزہ) چار یکا روڈ سے نوابزادہ عبدالرازق خاں خاکوانی خیرپور سے صاحبزادہ ریاض احمد رحمانی، بستی مولویاں سے مولوی صالح محمد صاحب مرحوم پہلی راجن سے سید محمد علی شاہ (جو سرکاری مدرسہ کی ملازمت کی وجہ سے ثابت قدم نہ رہ سکے) کے علاوہ حضرت حبیب اللہ گمانوی جیسی قابل قدر شخصیات بھی شامل تھیں۔ اور پھر ریاست کے صدر مقام بہاولپور میں راقم الحروف ان سب احباب کا نیازمند تھا۔

بھائی شہباز مرحوم جب بہاولپور منتقل ہوئے تو انہوں نے مجلس احرار اسلام سے اپنے تعلقات استوار رکھے۔ کچھ عرصہ ڈویژنل مجلس کے ناظم نشرواشاعت بھی رہے۔ وقتاً فوقتاً منعقد ہونے والی پریس کانفرنسوں کے انتظامات اور خبروں کی ترسیل، مجلسی پالیسی کی اشاعت میں کماحقہ دلچسپی لیتے رہے۔ مرحوم انتہائی خوش اخلاق ملنسار اور سادہ مزاج تھے۔ "سیادت" اور "دستور" میں ان کی ادارت کے دوران کئی ایک بار ان کے رہائشی کمرہ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ تو اسے بھی سادہ اداؤں کا مسکن دیکھا۔ مجھے وہاں سوائے دو چارپائیوں (معمولی قسم کی) ایک کرسی سادہ قسم کے بستر اور دو چار کھانے پینے کے برتنوں کے علاوہ مطالعہ کی ایک دو کتابوں کے سواء اور کچھ نظر نہ آیا۔

علاقہ رحیم یار خاں سے ان کے برادری اور علاقہ کے افراد اور جماعتی احباب کو جب کبھی بہاول وکٹوریہ ہسپتال کی ضرورت پیش آتی یا سرکاری دفتروں سے متعلقہ کاروبار پیش نظر ہوتا تو سب کی نگاہیں ان کے مہربان شہباز مرحوم پر پڑتیں اور موصوف باوجود اپنی گوناگوں مصروفیتوں اور خرابیٔ صحت کے ان کے لئے کماحقہ دوڑ دھوپ کرتے نظر آتے۔ غرض موصوف ؏ اے مجموعہ خوباں بچہ نامت خوانم کے مصداق تھے۔

اللہ تبارک تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اعلیٰ علیین میں سرفراز فرمائیں۔ ان کے فرزندان اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشیں۔ اور تمام عزیزان اور شاگردان کو ان کے نقشِ قدم پر زندگی بسر کرنے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین

تعزیت کے لئے حاضر ہونے میں عوارضات مانع ہیں۔ اس لئے اس عریضہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ "احرار" دعوات صالحہ سے فراموش نہ کیا کریں۔ احباب کی خدمت میں سلام دعاء۔ والسلام مع الاکرام دعاگو و دعاجو

بندہ محمد حسن چغتائی عفی عنہ المرقوم ۲۰ جنوری ۱۹۹۲ء شاہدرہ روڈ کوثر کالونی بہاولپور

ابو میسون

زبان میری ہے بات ان کی

—— بیگم عابدہ حسین نے صدر بش کو اسناد سفارت پیش کر دیں (ایک خبر)

تفعل ٹوٹا خدا خدا کر کے !

—— زاہد سرفراز محض ایک وزارت کی مار ہیں ۔ (اختر عباسی بھروانہ)

وائے وزارت ، ہائے حکومت دونوں غائب غلہ ۔ چونکہ چنانچہ بات غلط ہے کرسی لے کر آؤ

دور ہٹو اہدر جاؤ !

—— مزدور کی بیوی نے بیٹیوں کو قتل کر کے خودکشی کر لی ۔ (ایک خبر)

قیامت کے دن ہر حکمران سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا

—— نجیب کو محمد کہنے پر سینٹ میں ہنگامہ ۔ نجیب کسی بھی دوسرے سے کم مسلمان نہیں (منظور گھکی)

مگر گدھے کو بکری کیسے کہا جا سکتا ہے ؟

—— نواز شریف نے مرتضیٰ جتوئی کو گھر واپس بھیج دیا ۔ (ایک خبر)

کل کا دوست ۔ آج کا دشمن

—— شورکوٹ ۔ مسلح افراد نے نوجوان لڑکی کو ننگا کر کے بستی کے چکر لگوائے ۔ (ایک خبر)

اور بستی پھر بھی بستی ہے ! ؎

او سیہ باطن رذیلو ! مجرموں کے مجرمو ! اپنی ان بہنوں کو لے کر حشر میں جاؤ گے تم ،

—— سابق تھانیدار نے جعلی مشروب ساز فیکٹری قائم کر لی ۔ (ایک خبر)

ساری عمر کے تجربے کا نچوڑ !

—— مولانا اعظم طارق کی کامیابی عالم اسلام کی کامیابی ہے ۔ (ایک اخباری بیان)

ستر لاشوں کی قیمت صرف الیکشن میں کامیابی نہیں ، کہیں آپ نے سونے کا پہاڑ دے کر چھان بورے کی ریڑھی تو نہیں لے لی ؟

—— سانگلہ میں ۱۰ بچوں کی ماں کنوارے محبوب کے ساتھ بھاگ گئی ۔ (ایک خبر)

؎ اگر ہو محبت تو کالی بھی پری معلوم ہوتی ہے ورنہ اچھی خاصی بھی گدھی معلوم ہوتی ہے

—— بھٹو خاندان نے بینکوں سے قرضے نہیں لئے۔ (سلمان تاثیر)

خواجے دا گواہ ڈڈو!

—— امریکہ اب مریخ کا رخ کرے گا۔ (ایک خبر)

کیا اس نے زمین پر امن قائم کر لیا ہے کہ اب آسمان کی طرف جائے گا۔

—— حامد سعید کاظمی کی بھی وزیراعظم سے ملاقات ہوگئی۔ (ایک خبر)

منبر و مسجد، ملا و واعظ، جادہ و منزل، رہبر و راہی

ہر جانب دھوکا ہے دغا ہے اف ری تمنا ہائے سیاست

—— آئی جے آئی کو ختم کر دیا جائے یہ اپنے مقاصد پورے کر چکا ہے۔ (اسلم بیگ)

مقاصد صرف حکومت پر قبضہ کرنا تھا۔

—— پولیس نے مارکیٹ میں گھس کر تاجر کو گولی مار دی۔ (ایک خبر)

کتابت کی غلطی لگتی ہے!

—— سندھ کے امیدوار کو ووٹ نہ دینے کی سزا ۔ بیوہ کے گھر میں تباہی مچادی۔ (ایک خبر)

جمہوریت ——— زندہ باد!

—— پیپلز پارٹی نے ہمیشہ عدلیہ کا تقدس پامال کیا ہے۔ (عثمان ابراہیم)

اور مسلم لیگ کیا کر رہی ہے؟

—— شیخوپورہ ۔ ٹک ٹکا کرنے پر کمرہ امتحان میں بوٹی اور گائیڈ بک کی سہولت مل جاتی ہے۔ (ایک خبر)

تعلیم اور استاذ ——— ؟ دامن یار! خدا ڈھانپ لے پردہ تیرا

—— اندرون سندھ کے پیر بھارت جا کر نذرانے وصول کرتے ہیں۔ (ایک خبر)

پیراں نوں منتی والے کی کہندے نے؟

—— حکومت نے اسلام نافذ کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ (عبدالستار نیازی)

صرف مساجد کے اندر!

جس کی رگوں میں حرام خون ہوگا، وہی سود کی حمایت کرے گا: سردار آصف کے والد نے ۸۵ لاکھ کا قرضہ معاف کرایا تھا۔ (حافظ حسین احمد)

رات کے "تاریک سناٹوں کی پیداوار لوگ

ان کا اس نگری میں عرف عام ہے خوش بختیے!

تحریر : محترم الحاج محمد حسن چغتائی

روایت : ماسٹر عبداللہ مسعود مرحوم

۱۹۴۳ کا قحط بنگال اور دہلی احرار کانفرنس میں شاہ جیؒ کا خطاب

ماسٹر مولوی عبداللہ مسعود درمیانی قدوقامت کے بھرے بھرے جسم، کتابی چہرے، گوری چٹی رنگت والے جن کے چہرے پر سرخ مہندی والی ڈاڑھی خوب بہار دکھاتی تھی۔ بہاولپور کے ہنس مکھ اور خلیق اسکول ماسٹر جالندھر کے مہاجرین میں شمار ہوتے تھے۔ مجلس احرار اسلام سے ان کا قدیم تعلق تھا جو شاید خاندانی بھی ہو، جالندھر میں وہ طلبہ کی رضاکار تنظیم "افضل کور" کے سالار رہے۔ میرا ان سے تعارف جانشین امیر شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری مدظلہ کے ذریعہ سے ہوا تھا، ماسٹر صاحب بھی انہی دنوں خیرالمدارس جالندھر میں زیر تعلیم تھے۔ جن دنوں سید ابومعاویہ ابوذر بخاری اور سید عطاء المحسن بخاری بھی وہیں زیر تعلیم تھے۔ شاہ جیؒ کی ذات گرامی سے انہیں والہانہ محبت تھی۔

ذیل میں قحط بنگال کے سلسلہ میں شاہ جیؒ اور احرار کی خدمات کے ضمن میں ان کی یادداشت ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے۔ یہ داستان، ماسٹر صاحب نے مجھے ۵ ستمبر ۱۹۷۱ء کو ان دنوں قلمبند کرائی تھی جب وہ سمہ سٹہ ہائی سکول میں بطور ٹیچر تعینات تھے، اور ماڈل ٹاؤن بہاولپور میں رہائش رکھتے اور جلد سازی کی دکان بھی کرتے تھے بعد میں وہ سیٹلائٹ ٹاؤن منتقل ہو گئے، اور ستمبر ۱۹۹۱ء میں وفات پا گئے۔

اواخر ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے۔ میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ امینیہ دہلی میں زیر تعلیم تھا۔ رجب کہ مجلس احرار اسلام سے میرا تعلق بچپن سے چلا آتا تھا۔ اور میں اپنے وطن جالندھر میں "افضل حق کور" کا سالار تھا۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ دہلی میں احرار پولیٹیکل کانفرنس کے اجتماعات ہوئے۔ گاندھی گراؤنڈ (متصل چاندنی چوک) میں عظیم الشان پنڈال بنایا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں خطاب کے لئے حضرت امیر شریعت سیّد

عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔

اس کانفرنس کے انعقاد سے قبل دہلی کے لوگوں کا عام خیال یہ تھا کہ جہاں سحبان الہند مولانا احمد سعید جیسے مقرر موجود ہوں وہاں ایک پنجابی سید عطاء اللہ شاہ کی بات کون سنے گا۔ ان دنوں بنگال میں قحط پڑا ہوا تھا اور کانفرنس کا سب سے اہم مقصد بنگالی بھائیوں کی امداد پیشِ نظر تھا۔ اس سے قبل شاہ جی بذات خود بنگال کا دورہ کر کے تشریف لائے تھے اور انہوں نے آنکھوں دیکھا حال بیان کر کے عوام کو امداد کے لئے آمادہ کرنا تھا۔

گرمی کا موسم تھا۔ کانفرنس کے اجلاس رات کے وقت ہوا کرتے تھے۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا ٹکٹ کی عام قیمت ایک روپیہ اور خصوصی ٹکٹ سو روپیہ تک کی مالیت کے تھے۔

اول شب کا جلسہ

اول روز جب شاہ جی کی تقریر کا اعلان ہوا تو تقریر سے قبل ہی پنڈال بھر گیا جس کے نتیجے میں ٹکٹوں کا مطالبہ شدومد سے جاری تھا۔ جب کہ ایک لاکھ روپیہ سے متجاوز رقم کے ٹکٹ فروخت کرنے کے بعد رات کے گیارہ بجے کے عمل میں شاہ جی سٹیج پر تشریف لائے۔ اس وقت تک بھی یہ چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں کہ پنجاب کے لوگ کیا تقریریں کر سکیں گے لیکن جونہی شاہ جی نے اپنے لحنِ داؤدی میں خطبہ مسنونہ ادا کیا۔ تو باہر کھڑے ہوئے لوگوں نے نعرے بلند کر کے داخلہ کا مطالبہ شروع کر دیا۔ منتظم رضا کاروں نے شاہ جی کو صورتِ حال سے مطلع کیا جس پر شاہ جی نے سٹیج ہی سے حکم دیا کہ جلسہ گاہ کی قناتیں ہٹا دی جائیں اور عام داخلہ کی اجازت دے دی جائے۔

شاہ جی کی تقریر کا مرکزی نقطہ قحطِ بنگال تھا۔ آپ وہاں کے جستہ جستہ چشم دید حالات بیان کر رہے تھے اس ضمن میں ایک دردناک واقعہ اس طرح بیان کیا کہ :

"میں ایک دیہات میں جا رہا تھا۔ میرے بیس ہمراہی رضا کاروں نے چاول کی گٹھڑیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔ ہم کلکتہ سے کوئی دس میل دور فاصلہ پر تھے۔ جہاں حالات بہت نازک تھے۔ ہم جب گاؤں کے قریب پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک چیل فضا میں تڑپتی ہوئی قلا بازیاں کھاتی زمین پر آ گری۔ جس سے ابھی خاصی آواز پیدا ہوئی بھوک سے بے تاب ایک کتا اسے کھانے کو لپکا اور دوسری طرف ایک مریل انسان جس کا فاقوں سے برا حال ہو رہا تھا آگے بڑھا ایک پر چیل کا کتے کے منہ میں اور ایک پر اس انسان کے ہاتھ میں دونوں اپنی طرف کھینچ رہے تھے مگر اس کشمکش میں دونوں جان ہار گئے۔ اور کھانا کسی کو نصیب نہ ہوا۔"

جب شاہ جی کی زبانی لوگوں نے یہ دلدوز واقعہ سنا تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ

یہ کربناک منظر دیکھ کر مجھ میں دیہات میں داخل ہونے کی سکت نہ رہی، وہیں بیٹھ گیا اور رضا کاروں کو آگے بھیجا وہ سامان تقسیم کرکے واپس آ گئے جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے اگر تم دیکھ لیتے تو تمہارا جگر پھٹ جاتا۔" آپ نے لوگوں سے اپیل کی کہ" وہاں کے مسلمانوں کی یہ حالت ہے ورنہ انسان تو ہیں ہی وہ سبھی امداد کے مستحق ہیں"۔ لوگوں کی طرف سے اس اپیل پر نوٹوں کی اس قدر بارش شروع ہو گئی جس کا سمیٹنا بھی مشکل ہو گیا۔

جلسہ سے پہلے بعض مقامی احباب کا کہنا تھا کہ یہاں پر اجلاس کامیاب نہ ہو سکے گا۔ شاہ جی نے فرمایا کہ" ہمیں خلوص سے کام کرنا ہے۔ کامیابی، ناکامی کسی اور طاقت کے ہاتھ میں ہے"۔ چنانچہ رات بھر تقریر جاری رہی اُدھر صبح کی آذان بلند ہوئی اِدھر شاہ جی نے" باقی کل" کہہ کر دعا فرمائی اور نماز صبح وہیں پنڈال میں ادا کی گئی۔

دوسری شب کی نشست

دوسرے دن بھی کانفرنس کے انتظامات جاری رہے اور شب کو اس قدر اژدہام تھا کہ چار ہزار رضا کاروں کی نفری بھی انتظام پر بمشکل پوری اتری داخلہ دوسری شب کو بھی بذریعہ ٹکٹ رہا۔ جب کہ اجلاس کے آغاز سے قبل ہی ٹکٹ پیشگی فروخت ہو چکے تھے۔ مزید ٹکٹوں کی چھپائی کا فوری انتظام ناممکن تھا۔ ہجوم بے پناہ تھا، لوگ بازاروں، دکانوں اور مکانوں پر کھڑے تقریر سنتے رہے۔ شاہ جی نے چندہ کی فراہمی کی کیفیت دیکھ کر یہ شعر برسرِ اجلاس پڑھا

دینا ہے تو اتنا دے کہ کردن تنگئ داماں کا گلہ

ورنہ وہ بھی چھین لے جو کاسۂ سائل میں ہے

جس پر عوام الناس نے بڑھ چڑھ کر عطیات دیئے اور نوٹوں کے ڈھیر لگا دیئے جب کہ اس شب بھی تقریر صبح تک جاری رہی۔ دوسرے روز شاہ جی نے اپنی موجودگی میں رضا کاروں کی ٹولیاں مرتب کرائیں جو مسلسل کئی روز تک زرِ اعانت اور دیگر سامان لے کر بنگال کو روانہ ہوتی رہیں اور اس طرح سے مجلس احرار اسلام کے رضا کاروں کو اپنے قحط زدہ ہم وطنوں کو سہارا دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

خانوادۂ شاہ ولی اللہؒ

اسی دوسرے روز ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ دوسرے روز جب شاہ جی کا قیام خیمے میں تھا۔ دس بجے دن کے قریب میں بیٹھا شاہ جی کے پاؤں دبا رہا تھا اور شاہ جی لیٹ رہے تھے کہ ایک رضا کار نے آ کر کسی ملاقاتی کے بارے میں بتایا کہ اجازت چاہتا ہے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ میں ایسا آدمی نہیں کہ میرے ملنے والوں کو اجازت کی ضرورت ہو جو کوئی ملنا چاہے آ جائے۔ جس پر رضا کار چلا گیا اور پھر تھوڑے وقفہ میں ایک خوبرو نوجوان بے تکلفانہ انداز میں داخل ہوا

اور سلام کر کر شاہ جی کے تکیئے کے ساتھ لگ کر سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ شاہ جی نے وقت ہاتھ میں ایک کبوتر بھی لیئے ہوئے تھے۔ جو شاید کسی نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔ کبوتر بہت خوب صورت تھا۔ شاہ جی کبھی اس کو دباتے کبھی کوئی پر کھینچتے، ان کی خواہش تھی کہ وہ بولے لیکن وہ چپ سادھے ہوئے تھا۔ شاہ جی نے اسے چھوڑا اور آنے والے نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اتنے میں کسی نے تعارف کرایا کہ یہ خاندان ولی اللّٰہی کے چشم و چراغ ہیں۔ یہ سن کر شاہ جی بے تابانہ اٹھے اور اسے سینے سے لگا لیا، پیشانی کو کئی بار چوما ہاتھوں کے بوسے لیئے، فوری طور پر چائے اور فروٹ وغیرہ کا انتظام کیا۔ معلوم یوں ہوتا تھا جیسے شاہ جی ماحول سے بالکل بیگانہ ہو گئے، گرد و پیش سے بے نیاز ہو گئے۔ رفقا کاروں کو بلکہ جیسے خود اپنے آپ کو بھی بھول گئے ہوں۔ والہ و شیدا ہو کر بڑی دیر تک ان سے خاندانی حالات دریافت کرتے رہے وہ نوجوان بہت دیر کے بعد جب جانے لگے تو شاہ جی سے دوسرے دن اپنے گھر آنے کا وعدہ لے کر گئے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ میرے لئے وہاں جانا باعث برکت ہے میں ان شاء اللہ کل چلوں گا۔

تیسرا اجلاس

تیسرے روز پھر شاہ جی کی تقریر کا انتظام ہوا لیکن شاہ جی نے ٹکٹ کے ذریعہ داخلہ کی ممانعت فرما دی اور کہا کہ جب لوگ از خود ہی تعاون کر رہے ہیں تو ٹکٹ کا تکلف کس لئے؟ چنانچہ حسب دستور رات کو جلسہ ہوا اور شرکاء جلسہ کا اژدہام دونوں راتوں سے بڑھ کر رہا۔ اس اجلاس میں شاہ جی نے اپنی مجلسی پالیسی کے ماتحت جنگِ عظیم دوم میں فوجی بھرتی بائیکاٹ کا تذکرہ فرمایا اور بتایا کہ صوبہ بنگال نے اس جنگِ عظیم کے سلسلہ میں انگریز کو بھرتی نہیں دی، جس کا خمیازہ اسے قحط کی صورت میں بھگتنا پڑا ہے جس سے آٹھ لاکھ انسان سسک سسک کر مر گئے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ بندرگاہ پر غلہ اور چاول افراط میں موجود تھا۔ جسے سمندر میں جان بوجھ کر پھینک دیا گیا۔ لیکن بھوک سے مرتے انسانوں کو دینا گوارا نہ کیا گیا۔ اس طرح سے ان یوروپین فرنگی، انسان نما بھیڑیوں نے حریت پسند اور غیرت مند بنگالیوں سے انتقام لیا۔

اس آخری اجلاس میں شاہ جی نے فرمایا کہ اب انگریز زیادہ دیر تک ہمارے ملک پر حکمران نہیں رہ سکے گا، اور ان شاء اللہ اس جنگ کا اختتام ہمارے ملک کی آزادی کا پیش خیمہ ہو گا۔

اس سے اگلے روز وعدہ کے مطابق شاہ جی نے اقامت گاہ ولی اللّٰہی میں تشریف لے جانا تھا لیکن رفقا کاروں سے گفتگو اور مجلس کی وجہ سے معمول کے مطابق بہت دیر ہو گئی۔ چنانچہ خاندان کی باعظمت خواتین اس نوجوان کی معیت میں از خود شاہ جی کے کیمپ میں تشریف لے آئیں۔ شاہ جی کی عجیب حالت تھی معلوم ہوتا تھا جیسے فرطِ عقیدت سے

(باقی ملاحظہ پر)

دیدہ ور

تراشے

جناب جتوئی

جناب مصطفےٰ جتوئی اور محترمہ بے نظیر بھٹو میں تجدید ملاقات کے بعد یہ امید پیدا ہو گئی ہے کہ اب پی پی پی سے نکال کر ادھر ادھر پھینکے گئے انکلوں کے دن پھرنے والے ہیں۔ آج میں یہ سوچتا ہوں کہ انکلوں نے رخت سفر باندھا کیوں تھا؟ اور نیفیوز نے بندھوایا کیوں تھا؟ تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ انکلوں نے باہر جا کر بھی وہی سیاست کی جو پی پی کے اندر رہ جانے والوں نے کی۔ بعض انکل تو نیفیوز سے بھی گئے گزرے نکلے۔ بات یہ ہے کہ دونوں کا مشترک اثاثہ بھٹو ہیں۔ ان دونوں نے جائیداد پر جھگڑا کر کے اپنا کام خراب کر لیا جن کے پاس بھٹو تھے انہیں مارکیٹنگ نہیں آتی تھی اور جو مارکیٹنگ کے ماہر تھے ان کے پاس بھٹو نہیں تھے۔ جتوئی صاحب کی سیاسی مارکیٹنگ کی داد دیئے بغیر چارہ نہیں کہ ان کے پاس پارٹی تھی تو مفلس کی قبا جیسی، رفقاء تھے تو اڑی ہوئی حنا جیسے، مواقع تھے تو بد دعا جیسے اور وہ خود آئی جے آئی میں تھے تو خطا جیسے اور بھٹو کو وہ اپنے نیفیوز کے پاس چھوڑ آئے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے پاکستان کا وزیر اعظم بن کر دکھایا۔ کمی نیفیوز نے بھی نہیں چھوڑی، بے نظیر کے پاس بھٹو تھے، وہ وزیر اعظم بھی بن گئی تھیں۔ مگر انہوں نے اقتدار سے نکلنے کا اتنا ہی حیرت انگیز مظاہرہ کیا۔ جتنا کہ جتوئی صاحب نے اقتدار میں آنے کا کیا تھا۔ خیر اب دونوں اکٹھے ہو گئے ہیں بلکہ اگر مارشل اصغر خان کو گننے پر آپ اعتراض نہ کریں تو تین ہو گئے یعنی پی ڈی اے کے پاس تینوں انتظام ہیں۔

وزارت عظمیٰ حاصل کرنی ہو تو جتوئی صاحب موجود ہیں وزارت عظمیٰ کو ضائع کرنا ہو تو بے نظیر صاحبہ موجود ہیں۔ اور سیاست میں مصروف رہ کر کچھ نہ کرنا ہو تو ائر مارشل صاحب موجود ہیں۔

(نذیر ناجی ... "سویرے سویرے")

جناب قاضی

قاضی حسین احمد "انقلابی نوجوان" ہیں۔ ان کی نظر اپنے انقلاب پر رہتی ہے۔ انہوں نے پہلے پہل تو نواز شریف حکومت ہی کو انقلاب کا جامہ پہنانے کی کوشش کی۔ کابینہ میں شامل ہونے سے انکار کر کے اعلان کیا کہ ہم باہر بیٹھ کر حکومت کی نگرانی کریں گے، اس کا احتساب کریں گے اور

پیپلز پارٹی کے لئے اپوزیشن کا میدان خالی نہیں چھوڑیں گے۔ مطلب یہ سمجھا گیا کہ جس طرح شیعہ بھائیوں کے ہاں نماز پڑھائی جاتی ہے اسی طرح حکومت چلائی جائے گی..... تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک بار خانہ فرہنگ ایران میں ایک تقریب تھی، نماز مغرب کا وقت آیا تو جملہ حاضرین صف بستہ ہو گئے۔ میں بھی ان میں سے ایک تھا۔ امام صاحب کھڑے ہوئے لیکن وہ امام خاموش تھے۔ بولتے نہیں تھے،

حرکت کرتے تھے۔ حرکت کے لئے "اللہ اکبر" کہنے کا فریضہ کونے میں کھڑے ہوئے ایک نوجوان ادا کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں لاؤڈ سپیکر تھا۔ وہ نماز میں شریک نہیں تھے صرف رکوع و سجود کا حکم دے رہے تھے۔ نماز کے بعد ایک دوست سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اگر امامت کی شرائط پوری کرنے والا امام موجود نہ ہو تو پھر نماز اسی طرح ادا ہوتی ہے۔

قاضی حسین احمد صاحب کے تیور دیکھ کر (؟) یہ لگا کہ امام صاحب اگرچہ مصلے پر کھڑے کر دیئے گئے ہیں لیکن امامت کی شرائط پوری نہیں کر رہے، اس لئے رکوع و سجود کے لئے ان کی آواز پر کان لگایا جائے۔ امام صاحب اپنے آپ کو مکمل امام سمجھنے لگے تو معاملہ چوپٹ ہو گیا۔ نماز اپنی اپنی نصیب اپنے اپنے۔

(مجیب الرحمٰن شامی "جلسہ عام")

چل میرے خامے بسم اللہ

مولانا ابو ریحان سیالکوٹی

کشف سبائیت

قسط اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میری آرزو تھی کہ میری کتاب سبائی فتنہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی زندگی میں طبع ہو کر ان کی نظروں سے گزر جائے۔ سو خدا کا شکر ہے کہ محترم جناب سید محمد کفیل شاہ صاحب بخاری بالقابہ کی کوشش سے اسکی جلد اول طبع ہوئی اور جونہی کتاب میرے پاس پہنچی میں نے سب سے پہلے حضرت قاضی صاحب موصوف کی خدمت میں بذریعہ ڈاک روانہ کر دی جو انکو انہی کے بقول ۸ رجب ۱۴۱۲ھ کو مل گئی۔

یہ تو ہمیں سو فیصد یقین تھا کہ حضرت قاضی صاحب، خاموش نہ بیٹھیں گے۔ اپنی تمام تر مصروفیات اور کمزوریٔ صحت کے باوجود جس طرح بھی بن پڑا اس پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھیں گے اور قاضی صاحب کی طبعی و مزاجی خصوصیات کے پیش نظر کچھ اندازہ بھی تھا کہ وہ کیا لکھیں گے اور کس انداز سے لکھیں گے۔ اس لئے ہم اس کے جواب کیلئے ہر طرح سے تیار تھے۔ لیکن ہمیں یہ خیال نہ تھا کہ قاضی صاحب کتاب پڑھے بغیر اس پر تبصرہ شروع کر دیں گے۔ بلکہ ہم اس خوش فہمی میں تھے کہ قاضی صاحب بڑے تحمل، تسلی اور اطمینان کے ساتھ پہلے پوری کتاب پڑھیں گے۔ اسکو سمجھیں گے۔ اور سنجیدگی سے غور کریں گے پھر اس پر تبصرہ کیلئے قلم ہاتھ میں لیں گے۔ اصول اہل السنۃ کی روشنی میں ہماری کسی غلطی کی دلائل کے ساتھ نشاندہی کریں گے خلاف اصول اپنی عبارتوں کا کوئی معقول اور قابل قبول جواز پیش کریں گے اور ظاہر ہے کہ یہ کام کافی وقت کا متقاضی تھا۔ جس کا قاضی صاحب جیسے مصروف آدمی کیلئے اتنی جلدی مہیا ہونا اتنا آسان نہ تھا اس لئے ہم اس طرف سے اپنے آپ کو قدرے فارغ سمجھ کر سبائی فتنہ کی دوسری جلد کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ لیکن جب قاضی صاحب کے تبصرے کی پہلی قسط سامنے آئی تو ہمارا خیال غلط ثابت ہوا۔ یہ جان کر ہماری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی کہ انہوں نے نہ پوری کتاب پڑھی نہ سمجھی اور نہ اس پر سنجیدگی سے غور کیا بلکہ اپنی ہی تصریح کے مطابق جستہ جستہ فہرست کتاب اور بعض صفحات پر نظر ڈالی پھر آؤ دیکھا نہ تاؤ اور تبصرہ کیلئے ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو گئے تاکہ ان کے معتقدین حوصلہ نہ ہار بیٹھیں، دل نہ چھوڑ بیٹھیں۔ حضرت قاضی صاحب سے ٹوٹ نہ جائیں ان میں بے چینی و بے دلی راہ نہ پا جائے۔

اصولی طور پر تو ان کے اس تبصرے کا نوٹس ہمیں اس کے مکمل ہونے کے بعد ہی لینا چاہیئے تھا اور ہمارا ارادہ بھی یہی تھا لیکن حضرت قاضی صاحب کے اجمالی تبصرے کی قسط اول دیکھ کر اندازہ ہوا کہ وہ اصولی اور ضابطے کی بحث نہ کریں گے۔ حقائق اور دلائل کا سامنا کرنے کی بجائے اپنے معتقدین کو حوصلہ دینے اور اپنے ساتھ جوڑے رکھنے کیلئے انکو غیر متعلقہ بھول بھلیوں میں ہی گھماتے، پھراتے رہیں گے، نہ کوئی ڈھنگ کی بات کریں گے، نہ بات کسی

نتیجہ پر پہنچا کے ختم ہی کریں گے کہ پھر ہمیں اس پر اپنی معروضات پیش کرنے کا موقع مل سکے۔ اس لئے کافی سوچ بچار کے بعد یہی طے پایا کہ سبائی فتنہ کی جلد دوم کی تیاری کے ساتھ ساتھ مظہری تبصرہ کا نوٹس بھی ساتھ کے ساتھ ہی لیا جائے تاکہ قارئین کرام صرف ہماری کتاب کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ مظہری تبصرہ کی حقیقت سے بھی ساتھ ہی ساتھ واقف ہوتے رہیں۔ (حضرت قاضی صاحب کے تبصرے کی پہلی قسط ان کے ماہنامہ حق چار یار بابت ماہ رجب، شعبان ۱۴۱۲ھ میں چھپی ہے۔

کیا میں نے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا ہے؟

سب سے پہلی تعریض قاضی صاحب نے مجھ پر یہ کی ہے کہ میں نے کتاب پر اپنا نام ظاہر نہ کر کے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا ہے (حق چار یار، رجب/شعبان ۱۴۱۲ھ ص ۲۹)

الف:۔ اس سلسلے میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ اگر میں نے کتاب پر اپنا نام ظاہر نہ کر کے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا تھا تو قاضی صاحب کو میرا وہ نام اور پتہ کہاں سے معلوم ہوا کہ جس پر انہوں نے مجھے وصولی کتاب کی رسید بھجوائی تھی؟ انکو یہ پتہ لگانا کیونکر آسان ہوا کہ میں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا سند یافتہ ہوں؟ وہ یہ معلوم کرنے میں کیسے کامیاب ہوئے کہ میں فی الحال جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں تدریس کی خدمت انجام دے رہا ہوں؟ انہوں نے یہ کیسے پہچان لیا کہ میں ہی وہ ہوں جس نے انکو آج سے چوبیس سال پہلے ۱۳۸۸ھ میں کراچی سے ایک خط لکھا تھا جو ابھی تک ان کے پاس محفوظ ہے؟ انہوں نے یہ کیسے جان لیا کہ جہلم میں ان سے ملاقات کرنے والا میں ہی تھا؟ جی ہاں! اگر میں نے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا تھا تو انکو یہ مان لینا کیونکر ممکن ہوا کہ جصاص کی جصاصیات سے متعلق آج سے چھ سال قبل ۱۴۰۶ھ میں اسلام آباد سے انکو خط میں نے ہی لکھا تھا؟ ہاں تو قاضی صاحب ذرا یہ بھی تو فرمائیں کہ اگر میں نے شیعوں کے کتمان و تقیہ پر عمل کیا تھا تو انکو سبائی فتنہ کتاب، بھیجی کس نے تھی؟

کتنے تعجب کی بات ہے کہ کتاب انکو میں ہی بھیجتا ہوں، میری کتاب ملتے ہی انکو آج سے نہیں بلکہ آج سے چوبیس سال پہلے ۱۳۸۸ھ سے مجھے پہچان لینا آسان ہو جاتا ہے۔ میری ملاقاتیں اور خطوط یاد آجاتے ہیں۔ میں کہاں کا سند یافتہ اور فی الحال کہاں، کیا کر رہا ہوں، انکو معلوم کر لینا ممکن ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ارشاد کیا ہوتا ہے؟ کہ میں نے کتاب پر اپنا نام ظاہر نہ کر کے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا ہے! فیاللعجب۔

ب:۔ دوسری گزارش قارئین کی خدمت میں یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب کو جب میں نے کتاب بھیجی تھی تو اسی کتاب کے اندر انکو اپنا وہ خط بھی بھیجا تھا جو انہوں نے اپنے تبصرہ کی اسی قسط اول میں شائع کیا ہے۔ اس خط میں میرا نام اور مکمل پتہ درج ہے۔ سوال یہ ہے کہ میں نے کتاب پر اپنا نام ظاہر کیا تھا یا نہیں لیکن قاضی صاحب کو تو کتاب میرے مکمل نام اور پتہ کے ساتھ ہی ملی تھی۔ میرے اسی نام اور مکمل پتہ کی بنیاد پر ہی انکو میرا مکمل تعارف حاصل کرنا اور مجھ سے متعلق مذکورہ معلومات فراہم کرنا آسان اور ممکن ہوا تھا۔ اس طرح کم از کم قاضی صاحب کیلئے تو میرا نام مخفی نہ رہا تھا۔ لہٰذا شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کرنے والی تعریض مجھ پر کوئی اور کرتا تو کرتا، قاضی صاحب کو تو شرعاً، اخلاقاً، دیانتاً اور قانوناً کسی اعتبار سے بھی مجھ پر یہ تعریض کرنے کا حق ہرگز نہ تھا۔ بنا بریں قاضی

صاحب ہی فرمادیں کہ سبائیت کی تردید کرتے کرتے بقول ان کے مجھ پر کوئی اثر ہو گیا ہے یا خارجیت و ناصبیت کی تردید کرتے کرتے وہی کسی اثر سے متاثر ہو گئے ہیں؟

ج:۔ تیسری گزارش یہ ہے کہ کیا قاضی صاحب کو میری کتاب پر مؤلف کی حیثیت سے "مولانا ابوریحان سیالکوٹی" جلی حروف میں لکھا ہوا نظر نہیں آیا؟ یہ "ابوریحان" کیا ہے؟ کیا یہ نام نہیں؟ کیا کنیت، نام نہیں کہلاتی، نام کی جگہ استعمال نہیں ہوتی؟ نام والا کام نہیں کرتی؟ عربی، فارسی اور اردو کی جتنی بھی لغتیں ہمارے پاس موجود ہیں یعنی المنجد، مصباح اللغات، غیاث اللغات، نسیم اللغات اور جدید لغاتِ اردو سب میں کنیت کو نام ہی کہا گیا ہے۔ یعنی وہ نام جو باپ، ماں، بیٹا، بیٹی وغیرہ کے تعلق سے بولا جائے اور جدید لغاتِ اردو میں تو اسکا ایک معنیٰ "خاندانی نام" کیا گیا ہے۔ نیز حضرت قاضی صاحب نے ہدایۃ النحو پڑھتے وقت "عطف بیان" کی تعریف میں "وہوا شہر اسمی شئی" اور پھر اسکی مثال میں "قام ابو حفص عمر و قام عبداللہ بن عمر" پڑھا ہو گا۔ ان دونوں مثالوں میں ابوحفص اور ابن عمر، کنیتیں ہیں لیکن کہا انکو بھی عمر اور عبداللہ کی طرح اسم (نام) ہی گیا ہے اور پھر "ابوریحان" میری محض فرضی کنیت نہیں بلکہ حقیقی اور واقعی کنیت ہے۔ میرے ایک بیٹے کا نام "ریحان اللہ" ہے جسکا رجسٹریشن نمبر ۳۵۷۳۶۴،۷۷،۳۰۰ ہے۔ جب کنیت بھی نام ہی کی ایک قسم ہے۔ اور یہ نام میرا فرضی بھی نہیں بلکہ حقیقی و واقعی ہے اور کتاب پر جلی حروف میں لکھا ہوا بھی ہے تو پھر ہم نہیں سمجھ سکے کہ حضرت قاضی صاحب جیسے قائد اہل السنت اسکو نام ظاہر نہ کر کے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کرنا کس طرح فرما رہے ہیں۔ یہ کہنا تو بہت مشکل ہے کہ قاضی صاحب، کنیت کی مذکورہ حقیقت سے ناواقف ہوں گے، لہذا یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ میری کتاب سبائی فتنہ کے صاف و شفاف آئینے میں اپنی کتاب "خارجی فتنہ" کا اصل چہرہ دیکھ کر ایسے متحیر ہو گئے کہ حقائق پر سنجیدگی سے غور ہی نہ کر سکے۔

فبهت الذی کفر !

اور شہرت و عدمِ شہرت میں میرے خاندانی اور غیر خاندانی دونوں نام برابر ہیں، جو کوئی مجھے جتنا میرے غیر خاندانی نام (عبدالغفور) سے جانتا ہے وہ اتنا ہی مجھے میرے خاندانی نام (ابوریحان) سے بھی جانتا ہے اور جو مجھے میرے خاندانی نام (کنیت) سے نہیں جانتا وہ مجھے میرے غیر خاندانی نام سے بھی نہیں جانتا۔ لہذا میرے نام ابوریحان کو تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ میں نے کتاب پر اپنا مشہور نام ظاہر نہیں کیا چہ جائیکہ یہ کہا جائے کہ میں نے کتاب پر سرے سے اپنا نام ہی ظاہر نہیں کیا اور یہ کہ اسطرح میں نے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا ہے؟

د:۔ چوتھی گزارش یہ ہے کہ کسی مصنف و مؤلف کا اپنی کسی کتاب پر کوئی مخصوص نام لکھنا اگر ایسا ہی ضروری ہے کہ اس کے بغیر کوئی مصنف و مؤلف، شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کرنے کے الزام سے نہیں بچ سکتا تو حضرت قاضی صاحب ہمارا یہ عقدہ حل فرمادیں کہ تحفہ اثنا عشریہ، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ جنکا اپنا مشہور نام شاہ عبدالعزیز، ان کے والد کا مشہور نام شاہ ولی اللہ اور دادا کا مشہور نام شاہ عبدالرحیم (رحمہم اللہ) ہے۔ لیکن کتاب میں شاہ صاحب نے اپنا یہ نام ظاہر نہیں کیا بلکہ اپنا نام حافظ غلام حلیم، والد کا نام شیخ قطب الدین احمد اور دادا کا نام شیخ ابوالفیض لکھا ہے (تحفہ مترجم اردو ص ۲) پھر ص ۳۶۸ پر اپنے والد کو چھپایا اور ان سے اپنا ملنا اور مستفید ہونا

ایسے ظاہر کیا ہے جیسے کہ یہ دونوں آپس میں باپ، بیٹا نہ ہوں بلکہ ایک دوسرے کے غیر ہوں۔ حتیٰ کہ ہمارے دور کے بعض چوٹی کے علماء کو اسی وجہ سے "تحفہ" کے شاہ عبدالعزیز کی تصنیف ہونے میں ہی شبہ ہو گیا اور انہوں نے اسکو شاہ صاحب کی بجائے کسی افغانی کابلی عالم کی تصنیف لکھ دیا۔ بعد میں تنبہ ہوا کہ نہیں، یہ کسی کابلی ملا کی نہیں بلکہ خود شاہ صاحب مرحوم کی ہی تصنیف ہے۔ تو حضرت قاضی صاحب فرمادیں کہ کیا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ پر بھی رافضیت و شیعیت کی تردید کرتے کرتے کوئی اثر ہو گیا تھا کہ انہوں نے کتاب میں اپنا مشہور نام ظاہر نہ کیا۔ بلکہ بالقصد صرف اپنا ہی نہیں بلکہ اپنے والد اور دادا تک کے نام کو چھپایا۔ حضرت قاضی صاحب فرمادیں کہ کیا شاہ صاحب نے بھی اپنا مشہور نام ظاہر نہ کرکے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا تھا؟

ہ:۔ پانچویں گزارش یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب کو کتاب پر اگر میرا نام نظر نہیں آیا تھا تو ناشر سید محمد کفیل بخاری کا نام اور مکمل پتہ تو قاضی صاحب نے دیکھا ہی تھا۔ جب کسی کتاب کا ناشر اور اسکا مکمل پتہ معلوم ہو تو کتاب کے مؤلف و مصنف کو مجہول نہیں سمجھا جایا کرتا۔ ناشر کیطرف رجوع کرنے پر بھی اگر وہ کسی مصنف و مؤلف کا نام، پتہ نہ بتائے تو اسی کو اسکا ذمہ دار، کرتا دھرتا اور مؤلف و مصنف، غرضیکہ سب کچھ باور کیا جایا کرتا ہے۔ کیا حضرت قاضی صاحب نے ۔۔۔ ب پر مؤلف کا نام نظر نہ آنے پر ناشر سے رابطہ کیا تھا کہ ان کو وہاں سے بھی مؤلف کا نام اور پتہ معلوم نہ ہو سکا تھا؟ اگر رابطہ نہیں کیا تھا تو یہ حضرت قاضی صاحب کی تحقیق کا قصور ہوا، میرا شیعوں کے کتمان و تقیہ پر عمل کرنا نہ ہوا۔ اور اگر ناشر سے رابطہ کیا تھا اور وہاں سے اصل مؤلف کا نام معلوم بھی ہو گیا تھا تو پھر قاضی صاحب ہی فرمادیں کہ اب شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کرنے کی تعریض کو اپنی نوک قلم پر لانے کا ان کے پاس آخر کیا جواز رہا تھا؟ اور اگر ناشر سے رابطہ پر بھی اصل مؤلف کا نام معلوم نہ ہوا تھا تو اسکا ناشر سید محمد کفیل بخاری ہی اصل ذمہ دار تھا قاضی صاحب چاہتے تو اسی کو کتاب کا اصل مؤلف فرض کرکے کتاب کو ہی اسی کی طرف منسوب تو کر سکتے تھے لیکن مجھ پر شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کرنے کی پھبتی اڑانے کا حق تو انکو پھر بھی نہ پہنچتا تھا۔ کیا قاضی صاحب سے کسی مسئلہ میں اختلاف کرنے کیلئے اختلاف کرنے والے کا پہلے ان کے پاس اپنا نام اور پتہ رجسٹرڈ کروانا ضروری ہے؟

و:۔ چھٹی گزارش یہ ہے کہ اصل بات یہ نہیں کہ میں نے کتاب پر اپنا نام لکھا تھا یا نہیں بلکہ اصل بات ایک تو یہ ہے کہ قاضی صاحب نے اپنے معتقدین کو خوش کرنے اور تسلی دینے کیلئے کوئی نہ کوئی نکتہ تو اٹھانا اور کوئی نہ کوئی شوشہ تو چھوڑنا ہی تھا۔ کوئی معقول نکتہ ہاتھ نہ لگا تو انہوں نے سوچا کہ معقول نہیں تو غیر معقول ہی سہی، تیر نہیں تو تکا ہی سہی، ڈھنگ کی نہیں تو بے ڈھنگی ہی سہی کوئی بات تو اٹھا ہی ڈالو اور کچھ نہیں تو اپنے معتقدین تو خوش ہو ہی جائیں گے۔ انکی ڈھارس تو بندھ ہی جائے گی اس لئے قاضی صاحب نے اس سے قطع نظر کہ اعتراض معقول ہے یا غیر معقول، اعتراض برائے اعتراض کر ڈالا اور خود بھی خوش ہو گئے کہ انہوں نے بڑا معرکہ مار لیا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ کتاب پر میرا نام تو تھا اور قاضی صاحب نے میرا وہ نام پڑھا بھی تھا البتہ حضرت قاضی صاحب کے نام نامی، اسم گرامی کی طرح اس کے ساتھ القاب و آداب کے سابقے اور لاحقے نہ تھے۔ کیونکہ نہ یہ میرا مزاج تھا اور نہ مجھے یہ تکلفات پسند ہی تھے۔ اس لئے کتاب پر نام تو لکھا گیا مگر بالکل سادہ اور مختصر، لیکن حضرت

قاضی صاحب کی اس بین میخ نکالنے سے اندازہ ہوا کہ وہ تواضع اور سادگی کو پسند نہیں کرتے بلکہ اپنے سے اختلاف کرنے والوں کو "التکبر مع المتکبرین عبادۃ"[1] والی عبادت کرتے دیکھنا ہی پسند کرتے ہیں۔ اس لئے اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ سبائی فتنہ کا دوسرا حصہ اور کشفِ سبائیت اگر شائع ہوئیں تو میں قاضی صاحب کی اس مزاجی خصوصیت کا احترام کرتے ہوئے ناشر کو خصوصی ہدایت کروں گا کہ وہ میرے نام کے ساتھ سابقے، لاحقے ضرور لگائیں، تاکہ قاضی صاحب کا یہ شکوہ دور ہو سکے۔

میں نے اپنی کتاب کا نام "سبائی فتنہ" کس بناء پر رکھا ہے؟

کتاب پر میرے نام کی بحث کے بعد قاضی صاحب نے خود میری کتاب کے نام کی بحث بھی چھیڑی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں میرے خط کے حوالہ سے مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ

"آپ کو اگر مجھ سے صرف علمی طور پر اختلاف ہے نہ کہ مخالفت تو آپ نے میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول کے جواب میں اپنی کتاب کا نام "سبائی فتنہ" کس بناء پر رکھا ہے"۔ (ص ۳۱)

الف:۔ جواباً پہلی گزارش تو یہ ہے کہ آپ کو بھی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی مؤقف سے علمی طور پر اختلاف ہے نہ کہ مخالفت۔ آپ نے بھی تو انکو ایک جلیل القدر صحابی مجتہد اور قطعی جنتی لکھا ہے۔ ان کی شرعی عظمت کے تحفظ کا دم بھرا ہے۔ یہی سوال میں آپ پر پلٹتا ہوں کہ آپ اگر حضرت معاویہؓ کو یہی کچھ کہتے، جانتے اور مانتے ہیں تو پھر آپ نے بھی انکو باغی، خاطی، جائر اور قصوروار کس بناء پر لکھا ہے؟ نیز ان کی طرف نافرمانی، گناہ باطل اور اللہ کے حکم کی مخالفت وغیرہ کی نسبت کس بناء پر کی ہے؟ فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔

ب:۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ میں نے اپنی کتاب کا نام "سبائی فتنہ" اس بناء پر رکھا ہے کہ اس میں آپ کی کتاب خارجی فتنہ حصہ اول...... کی جن عبارتوں پر بحث کی گئی ہے وہ اپنی ظاہری ساخت پرداخت کے اعتبار سے سبائیانہ ہیں۔ فتنۂ سبائیت کو ہوا دینے والی اور اسکو تقویت پہنچانے والی ہیں[2]۔ اپنے عام پڑھنے والوں کو سبائیت کی راہ پر ڈالنے والی ہیں اور ان کے دلوں میں اصحابِ جمل و صفین، بالخصوص حضرات حکمین، علی الاخص حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) سے مولانا لعل شاہ صاحب مرحوم کی کتاب کی طرح وہ حسن ظن باقی نہیں رہنے دیتیں جو آپ کے ہی بقولِ اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہونا چاہیئے۔[3] جسکی وجہ سے آپ کی کتاب کا وہ حصہ تردیدِ خارجیت و ناصبیت سے زیادہ ترجمانِ سبائیت ہو کر رہ گیا ہے۔ اسکا لب و لہجہ ہے تو سبائیانہ انداز بیان ہے تو سبائیانہ، طرزِ استدلال ہے تو سبائیانہ۔ اور گو میں آپ کو ابھی تک سبائی نہیں کہتا، سمجھتا (اگرچہ لگتا یوں ہی ہے کہ آپ لے جانے مجھے اس طرف لگے ہیں) لیکن خارجی فتنہ کے اس حصہ میں خارجیت و ناصبیت کی تردید کے دوران آپ سبائی فتنہ سے اثر پذیر خوب خوب ہوئے ہیں کہ اس کیلئے سنی اسلوبِ بیان اور طرزِ استدلال کو کام میں لانے کی بجائے خالص سبائی اندازِ بیان اور طرزِ استدلال کو کمال بے تکلفی سے کام میں لائے ہیں۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اسی سبائی لب و لہجہ، پیرایۂ بیان اور طرزِ استدلال کو سنی مسلکِ اعتدال و مسلکِ حق کی عین ترجمانی کا نام آپ نے دے دیا ہے۔

میں اگر آپ کو ابھی تک سبائی نہیں کہتا، مانتا تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ خارجی فتنہ، سبائیات پر مشتمل نہیں بلکہ

---

(۱) بیان القرآن از مفسر تھانوی رحمہ اللہ، تحت مسائل السلوک، ص ۸۱۱ "مطبوعہ تاج کمپنی"

(۲) جسکا ایک ثبوت آپ کی کتاب "دفاع حضرت معاویہؓ" کی وجہ تالیف ہے۔ (۳) خارجی فتنہ ص ۴۲۵ ج ۱

اسکی وجہ یہ ہے کہ میں آپ کے عقائد و نظریات اور خارجی فتنہ سے باہر کی آپ کی دیگر تحریرات سے واقف ہوں۔ ورنہ آپ کی کتاب خارجی فتنہ تو آپ کا تعارف سبائی کے علاوہ کسی اور حیثیت سے نہیں کرواتی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ سے متعلق امت کے فرقِ باطلہ و حقہ سے واقف مگر آپ کی ذات سے ناواقف کوئی شخص اگر آپ کی یہ کتاب پڑھے تو امید نہیں کہ وہ آپ کو ایک عام صحیح العقیدہ سنی بھی باور کر سکے چہ جائیکہ ایک امام اہل السنۃ؟

میں نے اپنی کتاب میں آپ کی کتاب سے نکلنے والے شارعِ سبائی فتنہ کے نشیب و فراز اور اس کے علامات و نشانات سے قارئینِ خارجی فتنہ کو چونکہ آگاہ کیا ہے تاکہ وہ خارجیت و ناصبیت کے بھنور سے بچ نکلنے کے بعد سبائیت کی دلدل میں کہیں نہ پھنس جائیں۔ اس بنا پر میں نے اپنی کتاب کا نام "سبائی فتنہ" رکھا ہے۔ یعنی قارئین خارجی فتنہ کو خارجی فتنہ سے ہی نکلنے والے شارعِ سبائی فتنہ پر چلنے سے بچانے والی کتاب۔ گویا یہ خارجی فتنہ سے نکلنے والے شارعِ سبائی فتنہ کا سائن بورڈ ہے تاکہ قارئینِ خارجی فتنہ بورڈ دیکھ کر آگاہ ہو جائیں اور ایک خطرناک راستہ سے بچ نکلنے کے بعد کہیں دوسرے خطرناک راستہ پر نہ چل نکلیں۔

ج:۔ اور اگر آپ اپنے اس سوال کا جواب اپنی زبان میں ہی سننا پسند فرمادیں تو پھر تیسری گزارش یہ ہے کہ میں نے اپنی کتاب کا یہ نام محض صورۃً رکھا ہے نہ کہ حقیقتاً جیسے کہ آپ حضرت معاویہؓ کو جائر، باغی، اللہ کے حکم کی مخالفت کا مرتکب وغیرہ وغیرہ صرف صورۃً سمجھتے ہیں نہ کہ حقیقتاً۔ مطلب یہ کہ آپ کی کتاب "خارجی فتنہ" کی جن عبارتوں پر سبائی فتنہ میں بحث کی گئی ہے ان میں خارجیت و ناصبیت کی تردید کیلئے آپ نے جو لب ولہجہ اور انداز بیان اختیار کیا ہے اس کے پیش نظر کہا تو آپ کو سبائی ہی جائے گا لیکن چونکہ آپ امامِ اہل السنۃ مانے جاتے ہیں اس لئے آپ کو صرف صورۃً ہی سبائی کہا جائے گا نہ کہ حقیقتاً اور آپ کی یہی صوری سبائیت ہی چونکہ میری کتاب کا موضوع ہے اس لئے میں نے اسکا نام سبائی فتنہ رکھا ہے جو نہایت ہی مناسب اور اسم بامسمیٰ ہے۔

قاضی صاحب کو میری کتاب کے اس نام پر اچنبھا کیوں؟

دراصل قاضی صاحب کو میری کتاب کے اس نام سے اچنبھا اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ سے متعلق سبائی فتنہ کے تین شعبوں یعنی رافضیت، خارجیت اور ناصبیت کو تو خلافِ مسلک اہل السنۃ سمجھتے ہیں لیکن اسی کے چوتھے شعبے یعنی صرف محاربینِ حضرت علی، بالخصوص حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کے مشاجراتی اجتہادی موقف پر بلاتکلف رائے زنی اور نقد و تبصرہ کو وہ خلاف مسلک اہل السنۃ نہیں بلکہ عین مسلک اہل السنۃ بنائے بیٹھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ان حضرات کے حق میں سخت سے سخت الفاظ استعمال کرنے اور نامناسب سے نامناسب تعبیرات تک اختیار کرنے میں کسی قسم کا کوئی تکلف محسوس نہیں کیا۔ حالانکہ یہ بھی سبائیت کا ہی ایک شعبہ ہے۔ اب جب ہماری طرف سے سبائیت کے اس شعبے کو بھی اس کے اصل نام یعنی سبائی فتنہ سے یاد کیا گیا تو حضرت قاضی صاحب چونکہ اس کو عین مسلک اہل السنۃ ہی بنائے بیٹھے تھے اس لئے انکو تعجب ہوا کہ سنی مسلک کو سبائی فتنہ کیسے کہہ دیا گیا۔ حالانکہ ہمارے نزدیک جس طرح رافضیت اور خارجیت و ناصبیت، سبائی فتنے کی شاخیں اور شعبے ہیں جن کی تردید کرنا اور دنیا کو ان فتنوں سے آگاہ کرنا ضروری ہے اور اہلِ حق ہمیشہ یہ فریضہ انجام

دیتے رہے ہیں بالکل اس طرح صرف محاربین حضرت علی بالخصوص حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کے مشاجراتی اجتہادی مؤقف پر یوں بلاتکلف نقد و تبصرہ بھی اسی سبائی فتنے کی ہی ایک شاخ اور اسی کا ایک شعبہ ہے۔ اسکی تردید کرنا اور اس سے بھی دنیا کو آگاہ کرنا از بس ضروری ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے اسکی ضرورت اور بھی زیادہ ہے کہ سبائیوں کی دسیسہ کاری نے بدقسمتی اور سنیوں کی غفلت کی وجہ سے اسکو مسلک اہل السنۃ کا ہی ایک جز بنا دیا اور اس کو سنی مسلک کی حیثیت سے سنیوں کے صرف سفینوں میں ہی نہیں بلکہ سینوں تک میں داخل کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صرف عوام ہی نہیں بلکہ خواص اہل السنۃ بھی دیگر صحابہ کرام بالخصوص حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کے حق میں جتنے حساس اور محتاط نظر آتے ہیں۔ محاربین حضرت علیؓ بالخصوص حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کے حق میں اتنے ہی فیاض اور غیر محتاط نظر آتے ہیں۔ ان حضرات کو اگر کوئی باغی کہے تو وہ مسلک اہل السنۃ ہے۔ طاغی کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ جائر کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ عاصی کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ آثم کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ علی الباطل کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ لم یکن علی الرشد کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ کیونکہ ان سب آداب و القابات سے مراد خطاء اجتہادی ہے۔ لیکن اگر کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف خطاء اجتہادی بمعنی ترک اولیٰ کی بھی نسبت کر دے تو وہ مسلک اہل السنت نہیں ہے بلکہ خارجیت و ناصبیت کی ظلمت ہے۔ کیونکہ یہاں مسلک اہل السنۃ یہ ہے کہ ان سے مشاجراتی اجتہاد میں نہ اجتہادی خطاء ہوئی ہے اور نہ ہو ہی سکتی تھی۔

حضرت قاضی صاحب کو ہی دیکھ لیجئے۔ حضرت معاویہؓ کے بارے میں زبان سبائیوں کی بولتے ہیں۔ انکو سبائیوں کے ترازو میں تولتے ہیں۔ ان کے صفینی اجتہادی مؤقف پر نقد و تبصرہ کیلئے الفاظ سبائی لغت کے جوڑتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ خود بھی اور ان کے مؤیدین بھی کہتے اسکو مسلک اہل السنۃ کی ہی عین ترجمانی ہیں۔ یہ تو قاضی صاحب بھی مانتے ہیں کہ اکابر اہل السنۃ کی عبارتوں میں حضرت معاویہؓ کے حق میں نازیبا الفاظ آئے ہیں مراد ان کی کچھ ہی بیان کی جائے سوال یہ ہے کہ اصل مراد سے بڑھ کر یہ موہم توہین الفاظ ان کے قلم پر کس راہ سے آئے اور کیوں آئے؟ اور پھر مسلک اہل السنۃ کی عین ترجمانی کا درجہ انہوں نے حاصل کر لیا تو آخر کس طرح؟ اور دوسری طرف خطاء اجتہادی بھی ترک اولیٰ بھی اگر برداشت نہیں ہوتی تو آخر وجہ؟ یہ سب کچھ ہمارے نزدیک سبائیوں کی دسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں کا ہی نتیجہ ہے۔ اور جس طرح حضرت علی یا دوسرے کسی بھی صحابی (رضی اللہ عنہم) کی شان میں ناشایاں الفاظ کا استعمال، ان کے اجتہادی مواقف پر بے تکلفانہ نقد و تبصرہ اور انکی تنقید و تنقیص، سبائی فتنہ کا شعبہ ہے بالکل اسی طرح محاربینؓ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کی شان میں بھی ناشایاں الفاظ و نامناسب تعبیرات کا استعمال، ان کے اجتہادی مواقف پر بے تکلفانہ نقد و تبصرہ اور ان کی تنقید و تنقیص بھی سبائی فتنہ اور یقیناً سبائی فتنہ کی ہی ایک شاخ ہے۔ اسکو سبائی فتنہ ہی کہا جائے گا۔ خواہ اسکو ایک مولانا یوسف لدھیانوی کی نہیں بلکہ ایسے کروڑ یوسفوں کی ہی تائید حاصل کیوں نہ ہو۔

اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے صفینی اجتہادی مؤقف پر نقد و تبصرہ کیلئے حضرت قاضی صاحب کے لب و لہجہ، اندازِ بیان اور طرزِ استدلال کو اگر ہم نے "سبائی فتنہ" کا نام دیا ہے تو بے جا کچھ بھی نہیں کیا ہے۔

حضرت قاضی صاحب کو میری کتاب کے اس نام سے متعلق سوال کرنے کی بجائے اپنی تعبیرات اور الفاظ و بیان پر نظر ثانی کر کے ان کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ ورنہ موجودہ انکا اسلوبِ بیان اور طرزِ استدلال تو لامحالہ سبائیانہ ہی ہے اور جب تک یہ موجود ہے کہا اسکو "سبائی فتنہ" ہی جائے گا۔ لیکن حضرت قاضی صاحب چونکہ ایک جلیل القدر امام اہل السنتہ مانے جاتے ہیں اس لئے ہو گی ان کی یہ سبائیت صرف صورۃً ہی نہ کہ حقیقتاً بھی اور اس میں ان کی نہ کوئی توہین ہے نہ تنقیص شان کیونکہ اس پر انکو مولانا یوسف لدھیانوی صاحب جیسے بہت سے حضرات کی طرف سے ڈھیروں داد ملی ہے اور قابلِ داد کام کی کسی کی طرف نسبت اسکی توہین و تنقیص کیونکر ہو سکتی ہے [1]

کیا "سبائی فتنہ" "خارجی فتنہ" کا جواب ہے؟

پھر قاضی صاحب نے میری کتاب کو اپنی کتاب کا جواب قرار دیا ہے حالانکہ "سبائی فتنہ" درحقیقت "خارجی فتنہ" کا جواب نہیں ہے بلکہ اس کے اندر موجود زہرِ سبائیت کا تریاق و علاج ہے۔ جس سے خارجی فتنہ کا مزاج مفید اور معتدل ہو گیا ہے۔ ورنہ اس کے بغیر اسکا مزاج انتہائی مضر اور غیر معتدل تھا۔ تنہا خارجی فتنہ کا مطالعہ کرنے والا خارجیت و ناصبیت کی راہ سے بچ کر سبائیت کی راہ پر چڑھ سکتا تھا۔ اب اس کے ساتھ سبائی فتنہ کو بھی ملا کر پڑھنے سے انشاءاللہ یہ خطرہ نہ رہے گا اور اسکی تصریح میں کتاب کے شروع میں ہی کر چکا ہوں۔ چنانچہ خطبہ کے بعد میری کتاب کے افتتاحیہ کی پہلی سطر ہی اس طرح ہے کہ

"یہ چند طالب علمانہ گزارشات ہیں جو مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی صاحب کی تالیف خارجی فتنہ کے مطالعہ میں امید ہے کہ مفید ہوں گی"۔

اسکو حضرت قاضی صاحب نے بھی اپنے تبصرے کی پہلی قسط میں نقل کر دیا ہے۔ اسکا خط کشیدہ جملہ کیف ما اتفق نہیں لکھا گیا بلکہ میں نے بالقصد مذکورہ بالا نکتہ کے پیش نظر ہی لکھا تھا۔

علاوہ ازیں سبائی فتنہ اگر خارجی فتنہ کا جواب ہوتا تو پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی قاضی صاحب سے اختلاف کیا ہوتا حالانکہ اس مسئلہ میں میں نے ان سے اختلاف نہیں کیا۔ نیز اگر میری کتاب، قاضی صاحب کی کتاب کا جواب ہوتا تو میں نے اس میں مسلکِ اہل السنتہ اور اصولِ اہل السنتہ کی خلاف ورزی کی ہوتی، کیونکہ خارجی فتنہ میں قاضی صاحب نے اپنے دعوے کے مطابق اہل السنتہ کے مسلکِ حق و مسلکِ اعتدال کی ترجمانی کی تھی۔ اسکا جواب ظاہر ہے کہ اس مسلکِ حق و مسلکِ اعتدال کی خلاف ورزی ہی سے ہو سکتا تھا۔ حالانکہ سبائی فتنہ کی کسی بات کا اصول اہل السنتہ کے خلاف ہونا ابھی تک تو قاضی صاحب نے ثابت نہیں کیا اور امید ہے کہ انشاءاللہ آئندہ بھی ثابت نہ کر سکیں گے۔

لہذا سبائی فتنہ کو خارجی فتنہ کا جواب کہنا سراسر خلافِ واقعہ ہے بلکہ وہ اس کے اندر موجود سبائیت کے زہریلے جراثیم کا تریاق اور اس کے مضر پہلو کا مصلح ہے۔

---

(۱) چنانچہ قاضی صاحب ہی حضرت معاویہؓ کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت کر کے فرماتے ہیں کہ "اسمیں نہ کوئی بے ادبی ہے نہ تنقیص شان، کیونکہ اجتہادی مظاہر بھی ازروئے حدیثِ بخاری ایک گونہ ثواب ملتا ہے۔ تو کارِ ثواب پر ملامت کیونکر جائز ہو سکتی ہے"۔ (خارجی فتنہ ج ۱، ص ۵۳۴)

کیا قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ کے متعلق خطاء اجتہادی سے زائد کوئی بات نہیں لکھی؟

اس کے بعد حضرت قاضی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق میں نے خطاء اجتہادی سے زائد کوئی بات نہیں لکھی ہے۔ پھر جواب میں اتنی ضخیم کتاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی"۔(ص ۳۱)

کاش حضرت قاضی صاحب جیسا فرمارہے ہیں انہوں نے ایسا ہی کیا ہوتا۔ اس صورت میں ہمیں یقیناً اتنی ضخیم کتاب لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن اسکا کیا علاج کہ قاضی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق صرف خطاء اجتہادی پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ اس سے زائد اور بہت زائد، بہت کچھ لکھا ہے۔ انکو باغی انہوں نے لکھا۔ جائر انکو ابن ہمام سے زبردستی انہوں نے اگلوایا، قصوروار اور نافرمانی پر اصرار کے الفاظ ان کے حق میں انہوں نے استعمال کئے۔ اللہ کے حکم کی مخالفت کا مرتکب انکو انہوں نے بنایا۔ نص قرآنی و حدیثی کی مخالفت کا الزام ان پر، انہوں نے لگایا۔ ان کے اجتہادی مؤقف کو ازروئے نص قرآنی درحقیقت بالکل ناجائز، انہوں نے بتایا۔ نیز حکمین (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں گناہ، یقیناً سخت نافرمانی جیسے صریح الفاظ انہوں نے لکھے۔[1] اس سب کے باوجود قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ انکا ارشاد یہ ہے کہ

"میں نے خطاء اجتہادی سے زائد کوئی بات نہیں لکھی ہے"۔

حضرت قاضی صاحب کی جلالت قدر کے پیش نظر ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ العیاذ باللہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاید وہ اپنا کہا، لکھا بھول گئے ہیں۔ اور یہ کچھ بعید بھی نہیں ہے کیونکہ وہ عمر کے جس پیٹے میں ہیں اسکا تعارف ہی کسی اور نے نہیں خود خالق کائنات نے "لکیلا یعلم بعد علم شیئا" سے کروایا ہے۔

اس لئے حضرت قاضی صاحب یہ نہ پوچھیں کہ "مولانا ابوریحان کو اتنی ضخیم کتاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی" بلکہ اپنے ذہن پر ذرا زور ڈال کر حضرت معاویہؓ کے متعلق اپنا لکھا، کہا۔ یاد کریں ورنہ میری کتاب۔ سبائی فتنہ حصہ اول کی فصل دوم اور چہارم دیکھ کر یاد کرلیں۔ انکو انشاء اللہ خود ہی معلوم ہوجائے گا کہ ابوریحان کو اتنی ضخیم کتاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔

علاوہ ازیں گزارش یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب نے خطاء اجتہادی کی نسبت بھی حضرت معاویہؓ کی طرف جس طرح کی ہے وہ بھی کب اصولِ اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے موافق ہے؟ میں نے تو اپنی کتاب میں بات ہی یہیں سے شروع کی ہے کہ قاضی صاحب نے حضرت معاویہ وغیرہ محاربینِ حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت جس طریقے سے کی ہے انکا وہ طریقہ اصول اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہے۔ حضرت قاضی صاحب، میری کتاب پڑھ کر اگر تبصرہ فرماتے تو شاید ان کے تبصرے کا انداز کچھ اور ہوتا۔ میری کتاب پڑھے بغیر اس پر تبصرہ کی پہلی قسط لکھنے میں جلدی شاید آپ نے اپنے معتقدین کو حوصلہ اور تسلی دینے کیلئے کی تھی۔ سو وہ مقصد تو حاصل ہوچکا آپ کے معتقدین واہ واہ اور عش عش کرچکے لہٰذا اب تو آپ پہلے میری کتاب

(۱) ان سب باتوں کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب "سبائی فتنہ" کی فصل دوم اور فصل چہارم۔

کم از کم ایک مرتبہ پوری پڑھیں اور پھر اس پر علی وجہ البصیرۃ تبصرہ کریں تاکہ جانبین کا توقت ضائع نہ ہو اور قارئین کو کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

کیا میں نے اپنی اس کتاب کے بارے میں سندیلوی صاحب سے استفادہ کیا ہے؟

آگے قاضی صاحب نے اپنی ایک آرزو کا اظہار کیا ہے اور ایک میرے بارے میں شوشہ چھوڑا ہے آرزو کا اظہار تو یوں کیا ہے کہ

"کاش کہ ابو ریحان مولانا عبدالغفور سیالکوٹی کے بجائے میری کتاب خارجی فتنہ کا جواب خود مولانا محمد اسحٰق سندیلوی صدیقی لکھتے"

اور میرے بارے میں شوشہ یہ چھوڑا ہے کہ

"اور غالباً ابو ریحان صاحب نے مولانا سندیلوی سے اس کتاب کے بارے میں استفادہ بھی کیا ہو گا" (ص ۳۲)

جہاں تک قاضی صاحب کی مذکورہ آرزو کا تعلق ہے تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اسکا اصل محرک کیا ہے۔ اس کے اصل محرک کی صحیح نشاندہی تو قاضی صاحب خود ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس کے دو محرک سمجھ آتے ہیں۔ ایک سیاسی اور دوسرا نفسیاتی۔ لیکن یہ مسئلہ چونکہ ہم سے متعلق نہیں اس لئے ہم اس سے یہاں صرف نظر کرتے ہیں۔

باقی رہی بات ہمارے بارے میں مذکورہ مظہری شوشہ کی؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ کسی دینی یا دنیوی مسئلے یا معاملے کے بارے میں کسی بڑے سے یا اس مسئلے، معاملے کو جاننے والے سے استفادہ کرنا کوئی عیب نہیں، بری بات نہیں بلکہ ایک اچھی ہی بات ہے۔ حتیٰ کہ اس میں تو اصل کے اعتبار سے مسلم و کافر کی تفریق بھی نہیں کی جاتی۔ دیکھئے المنجد جو کہ عربی لغت کی مشہور کتاب ہے ایک عیسائی کی تصنیف ہے۔ لیکن شاید اس سے خود عیسائی اتنا استفادہ نہ کرتے ہوں گے جتنا کہ مسلمان کرتے ہیں۔ شاید قاضی صاحب بھی اس سے استفادہ کرتے ہوں گے۔ اس لئے اگر میں نے بالفرض سندیلوی صاحب سے اپنی اس کتاب کے بارے میں استفادہ کیا بھی ہو تو قاضی صاحب فرما دیں کہ انکو اس پر کیا اعتراض ہے؟ انہوں نے یہ شوشہ کیوں چھوڑا؟ کیا اس سے وہ اپنے معتقدین کو میرے بارے میں کوئی سگنل تو نہیں دے رہے؟ اچھا ہوتا اگر قاضی صاحب اپنے اندر کی بات ذرا وضاحت سے کر دیتے اور یہ بھی بتا دیتے کہ سندیلوی صاحب سے میرے استفادے کا شبہ انکو میری کس بات سے ہوا ہے؟ اگر یہ شبہ انکو اس بات سے ہوا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں سندیلوی صاحب کا ذکر کیا ہے تو یہ ذکر تو انکا میں نے محض یہ دکھانے کیلئے کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) کے معاملہ میں سندیلوی صاحب اور قاضی صاحب دونوں ایک ہی لائن کے مسافر ہیں فرق صرف اَپ اور ڈاؤن کا ہے اور بس۔ سندیلوی صاحب کو بقول قاضی صاحب اگر حضرت علیؓ کی اجتہادی غلطی کسی نہ کسی درجے میں ثابت کرنے میں لطف آتا ہے[1]۔ تو قاضی صاحب نے اس سے زیادہ لطف حضرت معاویہؓ کی اجتہادی غلطی ثابت کرنے بلکہ گھڑنے میں اٹھایا ہے۔ لہذا میری کتاب میں

---

(۱) خارجی فتنہ ص ۵۶۲، ج ۱

سندیلوی صاحب کا ذکر، قاضی صاحب کے اس شبہ کی کوئی معقول و مضبوط بنیاد نہیں ہو سکتا۔

یہ تو ہوئی ایک ضابطے کی بات۔ اب آیئے امرِ واقعہ کی طرف۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ اپنی اس کتاب میں سندیلوی صاحب سے میرا استفادہ کرنا تو در کنار انکو تو اسکی تالیف کا علم تک بھی نہیں تھا۔ اسکا تو علم بھی انکو اس وقت ہوا جب کہ میں اسکا ایک حصہ مکمل کر کے اسکی اشاعت سے متعلق اپنے ایک دوست سے (جو کتابوں کا ہی کاروبار کرتے ہیں) مشورہ کرنے کراچی گیا تھا۔ وہاں اپنے اساتذہ اور بعض دیگر بزرگوں سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ بعض نئے مدارس عربیہ بھی دیکھے۔ اسی پروگرام میں سندیلوی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ دورانِ ملاقات میری کتاب کا ذکر آیا تو اس وقت انکو اسکا علم ہوا۔ اس سے پہلے انکو اسکا علم تک نہ تھا کتاب کی ایک ایک سطر میری اپنی ہے۔ سندیلوی صاحب کی اس میں ایک سطر بھی نہیں ہے اور نہ اس کی تالیف میں انہوں نے میری کسی قسم کی کوئی اعانت ہی کی ہے۔ اس لئے میں عرض کرونگا کہ مجھ سے متعلق حضرت قاضی صاحب کا یہ گمان کہ "میں نے اپنی کتاب کے بارے میں سندیلوی صاحب سے استفادہ کیا ہوگا"۔ خود ان سے متعلق کسی کے اس گمان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کہ "انہوں نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ" کے بارے میں شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو سے استفادہ کیا ہوگا"۔

کیا میں قاضی صاحب کی عبارتوں کو نہیں سمجھ سکا؟

اس کے بعد حضرت قاضی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ

"مولانا ابوریحان کو میری جو عبارتیں ایسی ملی ہیں جن سے حضرت معاویہؓ کے بارے میں منقصت کا پہلو نکلتا ہے۔ ان سے دوسرے علماء اہل السنت والجماعت نے تو ایسا نہیں سمجھا جنہوں نے میری کتاب پر تقریظیں لکھی ہیں۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی سمیت کسی سنی عالم نے بھی مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ اور اگر بعض مخالفین نے مجھ پر اس قسم کا الزام لگایا ہے تو میں نے اپنی کتاب کشف خارجیت اور دفاع حضرت معاویہؓ میں اسکا تسلی بخش جواب دے دیا ہے۔ میں تو یہی کہوں گا کہ مولانا موصوف بھی میری ان عبارتوں کو سمجھ نہیں سکے اور تنقیص کا پہلو نکال لیا"۔ (ملخصاً بلفظہ ص ۳۳)

**

ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

مَنْ سَبَّ الْاَنْبِيَاءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِيْ جُلِدَ

جو شخص انبیاء علیہم السلام کو برا کہے اس کو قتل کر دیا جائے۔ اور جو شخص میرے صحابہ کو گالی بکے اس کی دُرّوں سے پٹائی کی جائے!

مولانا سید اخلاق حسین قاسمی دہلوی

قسط اول

خصوصیات صحابہ کرامؓ، قرآن کی روشنی میں

۱- جماعت صحابہ کا اتحاد خدائی معجزہ تھا۔

جس نے صحابہ کرام کے دلوں میں محبت پیدا کر کے انہیں اسلام کی عظیم قوتِ نافذہ بنا دیا۔ جس نے جماعتِ صحابہ کو "امتہ مسلمہ" کا صحیح مصداق بنا دیا۔

۲- جماعتِ صحابہ میں حکم الٰہی کی اتباع فطری صفت تھی۔

یہ دو بنیادی صفتیں ہیں، جنکی روشنی میں صحابہ کرام کا صحیح تعارف ہوتا ہے۔

۱- جماعت صحابہ کا اتحاد!

قرآن کریم نے جماعت صحابہ کے اتحاد و اتفاق کو جس فکر انگیز اسلوب میں بیان کیا ہے، اس پر غور کرو

وان یرید ان یجد عوک فان حسبک اللہ هو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین والف بین قلوبهم لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبهم ولکن اللہ الف بینهم انہ عزیز حکیم یایها النبی حسبک اللہ ومن تبعک من المؤمنین (۶۳، ۶۴، انفال)

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا۔

اے نبی! اگر آپ دنیا کے تمام مادی وسائل خرچ کر کے بھی ان عربوں میں اتحاد پیدا کرنا چاہتے تو نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے روحانی قوت کے ذریعہ وہ اتحاد قائم کر دیا۔

مادی وسائل، دولت اور حکومت کے ذریعہ سیاسی اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ جو سیاسی اغراض کے تحت وقتی اور عارضی ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے روحانی قوت سے اتحاد قائم کیا جو دلوں میں الفت اور محبت کی صورت میں نمودار ہوا۔

دنیوی اغراض سے جو دل جڑتے ہیں وہ جلدی ٹوٹ بھی جاتے ہیں اور قلبی محبت سے دلوں میں جو جوڑ اور میل قائم ہوتا ہے وہ ناقابل شکست ہوتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک خدائی معجزہ کے ذریعہ جماعت صحابہ کو دینِ اسلام اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کے لئے ایک ناقابلِ تسخیر قوت بنا دیا۔

میں اسے خدائی معجزہ سے تعبیر کر رہا ہوں، کیونکہ اس میں تمام مخلوق کے ساتھ رسول پاک کو بھی چیلنج کیا گیا ہے۔

اس کے مقابلے میں پیغمبری معجزہ وہ ہے جس میں مخلوق کو چیلنج کیا جاتا ہے، جیسے قرآن کریم کے بارے میں فرمایا۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتو بسورۃ من مثلہ (بقرہ)

یہ تعبیر کا فرق ہے، ورنہ معجزہ خدا کی وہ قوت ہے جو نبی و رسولؐ کے ہاتھ پر اس کی صداقت کا نشان بن کر ظاہر ہوتی ہے۔

سورہ آل عمران (۱۵۳) میں اس اتحاد کو خدا تعالیٰ کا عظیم انعام قرار دیا۔

واذکرو نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً

یاد کرو خداوند عالم کی اس نعمت کو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر خدا تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل و کرم سے بھائی بھائی ہو گئے۔

اتحاد کا نتیجہ!

دعوت و تبلیغ کے میدان میں جماعت صحابہ کا اتحاد تیرہ سالہ مکی زندگی کے مظالم و شدائد میں دیکھا گیا۔۔۔ اس ظلم و تشدد کے دور میں مظلوم صحابہ کے اندر اگر اتحاد اور تعاون نہ ہوتا تو یہ دور کیسے گزر سکتا تھا؟

سیاسی میدان میں اس اتحاد ہی کا معجزہ تھا کہ تین سو تیرہ کمزور اور بے سروسامان مسلمانوں نے ایک ہزار یعنی اپنے سے تگنی مسلح فوج پر فتح حاصل کر لی اور یہ حق کی پہلی فتح تھی۔

پھر اسی اتحاد کا نتیجہ تھا کہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ کے نئے وطن میں غربت اور بے سروسامانی کی مشکلات پر قابو حاصل کیا گیا۔

صحابہ کے درمیان مواخات!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے اندر اس فطری اور الہامی جذبہ اتحاد کو عملی شکل دینے کی غرض سے پہلے قریشی مسلمانوں (مہاجرین) میں مواخات اور بھائی چارہ قائم کرایا اور پھر مدینہ منورہ تشریف لا کر مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کرائی۔

پھر مسلم معاشرہ کو ہر قسم کے رنگ و نسل اور خاندان و قبیلہ کے امتیازات سے پاک کر کے خالص توحید پر ایک امت بنانے کے بعد مدینہ کے غیر مسلموں (یہود) کے ساتھ ایک شہری معاہدۂ امن طے کیا۔

معاہدۂ اخوت اور معاہدۂ امن کی دفعات کو دیکھ کر دنیا کا ہر دانش ور پکار اٹھتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب ترین داعی حق اور بے مثال مدبر تھے۔

خدائی معجزہ، نبوت کی طاقت

انفال (آیت نمبر ۶۴) میں جماعت صحابہ کو خدائی نصرت کے بعد نبوت کی طاقت قرار دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے آیت نمبر ۶۳ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کفایت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ (یہ دونوں آیتیں ابھی اوپر نقل کی جا چکی ہیں)۔

اگر دشمن آپ کو دھوکا دیں تو کوئی پرواہ کی بات نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔ (آیت نمبر ۶۴) میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کفایت کے ساتھ صحابہ کرام کی کفایت پر بھی توجہ دلائی ہے۔

ہم اس اہم آیت کی تفسیر میں حضرت شاہ ولی اللہ کی اختیار کردہ تاویل کو ترجیح دیتے ہیں، شاہ صاحب کا فارسی ترجمہ یہ ہے۔

"اے پیغمبر! کفایت است ترا خدا و کفایت کنند ترا آنانکہ پیروی تو کردہ اند از مسلماناں"۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی حضرت شاہ صاحب کی ترکیب نحوی کو پسند کیا ہے، مولانا کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے نبیؐ! آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں"۔

یہ ترجمہ بصرہ کے اہل نحو کی ترکیب کے مطابق ہے، یہ حضرات و من کا عطف قرب کی وجہ سے لفظ اللہ پر کرتے ہیں..... دوسرے نحوی حسبک کے کاف خطاب پر کرتے ہیں جس سے آیت کا مفہوم بدل جاتا ہے، یعنی آپ کے لئے اور ایمان والوں کے لئے اللہ کافی ہے۔

صحابہ کرام کے بارے میں خدائی اعلان کا سبب یہی ہے کہ صحابہ کرام کو پہلی آیت میں خدائی معجزہ قرار دیا گیا ہے۔

ورنہ مادی اسباب کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے حضورؐ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

الیس اللہ بکاف عبدہ و یخو فونک بالذین من دونہ (الزمر ۳۶)

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ خاص (حضرت محمدؐ) کے لئے کافی نہیں ہے، پھر یہ مخالفین اے نبی! آپ کو غیر اللہ کی قوتوں سے کیوں خوف زدہ کرتے ہیں؟

قرآن کریم نے کفایت و کافی ہونے کی وجہ (عبدیت خاص) بیان کرنے کی غرض سے یہ اسلوب اختیار کیا کہ پہلے فقرہ میں حضورؐ کو ضمیر غائب سے یاد کیا اور دوسرے فقرہ میں ضمیر خطاب لا کر آپ کو مخاطب فرمایا۔

ورنہ دونوں فقروں کے درمیان یکسانیت قائم کرنے کا تقاضا یہ تھا کہ دونوں میں ایک ہی قسم کی ضمیریں لائی جاتیں۔

جماعت نہیں بلکہ عصابہ!

جماعت صحابہ کے اس معجزانہ اتحاد کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی مشہور دعاء میں عصابہ کا لفظ استعمال کرکے ظاہر فرمایا۔

اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لن تعبد ابداً

خداوندا! اگر تو نے اس مضبوط جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر قیامت تک تیری عبادت نہیں ہوگی۔

عصابہ عصب بمعنی پٹھے سے بنایا گیا ہے جسم کے اندر پٹھا نہایت مضبوط ہوتا ہے۔ اس لئے ایک مضبوط جماعت کو بھی عرب عصابہ کہتے تھے۔ تعصب بمعنی سختی بھی اسی سے ہے۔

(جسم کا سب سے زیادہ مضبوط جزء "عظم" ہڈی ہے، عرب عظم سے عظام نہیں بناتے کیونکہ ہڈی میں لوچ

نہیں ہوتا، یہ زور دینے سے ٹوٹ جاتی ہے پٹھا نرم ہوتا ہے، لوچ کہا جاتا ہے......یہی انسانی فطرت ہے۔)

باہمی محبت کی روشن مثالیں!

صحابہ کی پوری تاریخ باہمی محبت و الفت کی روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ذیل میں اختصار کی غرض سے صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ ایک واقعہ سیدہ خاتونِ جنتؓ کی تعریف میں حضرت عائشہؓ کا قول۔

۲۔ دوسرا حضرت عمرؓ کی تعریف میں حضرت علی کا قول۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تعریف!

حضرت عائشہؓ حضرت سیدہ زہرا کی عرف عام کے لحاظ سے سوتیلی ماں ہیں، ایک سوتیلی ماں اپنی سوتیلی بیٹی کی تعریف میں کیا کہتی ہے۔

ما رایت احداً کان اشبہ سمتاً وھدیاً و دلاً و کلاماً برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فاطمۃ (مشکوۃ ۴۵۲)

عربی کے ان چار جامع لفظوں میں عرب کی ایک زبان داں خاتون نے اپنی ممدوحہ کو رسول اکرم کے ساتھ مکمل مشابہت دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ مقام نبوت کی انفرادیت اپنی جگہ ہے۔

تاریخ کی نزاعی بحثوں کو سامنے رکھ کر غور کرو۔ تعریف کرنے والی ماں کا دل اس بیٹی کی محبت میں کتنا مخلص ہے، آئینہ سے زیادہ صاف اور شفاف ہے۔

حضرت علیؓ کی تعریف!

حضرت علیؓ کی تعریف کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ بیت المال کے خارش زدہ اونٹوں پر خارش کا تیل اپنے ہاتھ سے مل رہے تھے، دھوپ تیز تھی اور آپ کے سر پر رومال پڑا ہوا تھا۔

اس وقت اتفاق سے حضرت علیؓ اور حضرت عثمان غنیؓ ادھر آ نکلے، حضرت علیؓ نے کہا اے عمرؓ! یہ خدمت کسی غلام سے لے لی ہوتی..... حضرت عمرؓ نے فرمایا علیؓ! قوم کا سردار قوم کا خادم ہی ہوتا ہے۔ سید القوم خادمھم، حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

حضرت شعیب کی بیٹی نے جس اجیر و مزدور کی تعریف میں کہا تھا۔

ان خیر من استاجرت القوی الامین (قصص ۲۶)

ابا! بہترین اجیر وہ ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو۔

اے عثمان! عمر ابن خطاب اس کا صحیح مصداق ہیں۔

کیا ان تعریفوں میں اخلاص و للّٰہیت کا جذبہ محسوس نہیں ہوتا؟

کیا ان بلند اوصاف حضرات میں منافقت اور ریاکاری کا تصور کرنا انسانیت کی توہین نہیں۔

حضرات صحابہ کا ظاہر و باطن ایک تھا

قرآن کریم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرنے والوں کی تعریف میں کہا۔

ان الله يحب الذين يقاتلون فى سبيله صفا كانهم بنيان مرصوص (الصف ۴)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو پسند کرتا ہے، ان سے محبت کرتا ہے جو راہ خدا میں لڑتے ہیں صف بستہ ہو کر گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

اس کے مقابلہ میں منافقوں اور کافروں کے متعلق کہا گیا۔

باسهم بينهم شديد تحسبهم جميعاً و قلوبهم شتے ذالک بانهم قوم لا يعقلون (حشر ۱۴)

ان دشمنانِ حق کے اندر شدید قسم کا اختلاف اور سخت دشمنی ہے، اے مخاطب! تم ان کو متحد سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل آپس میں پھٹے ہوئے ہیں اور ان کا یہ حال اس لئے ہے کہ یہ عقل و دور اندیشی سے محروم ہیں۔

دشمنانِ اسلام (کفار قریش ہوں یا مدینہ کے منافقین اور یہود) ان کا رسول پاکؐ کے مقابلہ میں اتفاق و اتحاد کسی مثبت اصول پر قائم نہیں تھا۔ بلکہ مخالفتِ رسولؐ کے منفی تصور نے انہیں ایک جگہ جمع کو دیا تھا۔ اور ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ کسی منفی مقصد پر اتفاق پائیدار نہیں ہوتا۔ جبکہ ان کے مدمقابل حضرات صحابہ کرام کو ایک مثبت مقصدِ حیات (اسلام، اطاعتِ رسولؐ) نے اندر اور باہر دونوں جہتوں سے متحد کر دیا تھا۔

۲۔ جماعت صحابہ کی دوسری خصوصیت

فطری حکم برداری، فطری اسلام

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم ترهم ركعاً سجداً يبتغون فضلاً من الله و رضواناً سيماهم فى وجوههم من اثر السجود ذالک مثلهم فى التورٰة و مثلهم فى الانجيل (فتح ۲۹)

اس اہم آیت کے اس خاص فقرہ پر غور کرو۔

سخت ہیں کافروں کے مقابلہ میں، رحم دل ہیں آپس میں۔

سختی اختیار کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان کے ساتھ ظلم و تشدد یا بد خلقی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ بلکہ یہ مطلب کہ وہ اپنے ایمان و عمل میں اتنے مضبوط ہیں کہ کسی دشمن کے خوف یا کسی دوست کے لالچ سے کمزور نہیں ہوتے، کسی سے دبتے نہیں عربی میں فلان شدید علیہ کا یہی مفہوم ہے۔

اس کے مقابلہ میں رحماء بینھم کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ صحابہ کرام حدود شرع کے دائرہ میں رہ کر آپسی معاملات میں نرمی اختیار کرتے ہیں، ایک دوسرے بھائی کے ساتھ جھکاؤ اور شفقت کا معاملہ کرتے ہیں۔

جس طرح خدا تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ (بقیہ صـ۲۳ پر دیکھیں)

الحاج محمد حسن چغتائی مدظلہ

محترم عبدالحمید شہباز مرحوم ایک مخلص اور محنتی انسان

حضرت مولانا عبدالحق چوہان مدظلہ کے برادر بزرگ محترم عبدالحمید شہباز مرحوم کی وفات پر محترم الحاج محمد حسن چغتائی مدظلہ (امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان) نے مولانا عبدالحق کو جو تعزیت نامہ ارسال کیا وہ من و عن قارئین کی نذر ہے۔

برادرِ گرامی قدر زید مجدکم ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ———

اگرچہ بندہ سال بھر سے اب بہاول پور میں ہے لیکن بوجہ خرابیٔ طبع اور ضعیف العمری زیادہ تر گھر ہی میں رہ جاتا ہے ملاقاتوں کا سلسلہ کافی حد تک محدود ہے اسی وجہ سے محترم برادر مرحوم و مغفور مولوی عبدالحمید شہباز کی علالت اور وفات کی اطلاعات سے محروم رہا۔ ہمارے ختم نبوۃ تحریک کے اسیر ساتھی (جو خود بھی عرصہ سے صاحب فراش ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت یاب فرمائے۔ آمین) علامہ منظور احمد رحمت کا ہفت روزہ "مدینہ" کا تازہ شمارہ پرسوں ملا۔ تو اس کے شذرہ سے مرحوم شہباز صاحب کی رحلت کا علم ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے بعد ایک عزیز کے ہاتھ میں جریدہ "حقیقت" کا جنوری کا پرچہ دیکھ کر اس کی ورق گردانی کا اتفاق ہوا۔ جس میں والہانہ انداز سے حقیقت نگاری کے ساتھ مرحوم کو عقیدت کے پھول پیش کئے گئے ہیں۔

یہ دنیا فانی ہے۔ اس میں کسی کو قرار نہیں اور ہم لوگ جو کمر باندھے چلنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ رفتگان کے لئے سوائے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت و ترقیٔ درجات کے کیا کر سکتے ہیں۔

مرحوم شہباز سے میری پہلی ملاقات نکی مسجد رحیم یار خان والے گراؤنڈ میں قائم شدہ احرار ڈویژنل کانفرنس کے شاندار پنڈال میں ہوئی۔ جہاں مجھے ان کا قلم برداشتہ لکھا ہوا خطبۂ استقبالیہ دکھایا گیا۔ اور میں حیرانی کے عالم میں ان کے چھریرے مہرے کے بھول پن اور سادہ لباس کی وضع قطع کر دیکھتا رہا۔ پھر خطبہ کے بولتے ہوئے مرصع اور قافیہ وار الفاظ کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ جبکہ دوسری طرف آپ خود وسیع پنڈال کے اسٹیج، ابواب، اطراف وغیرہ کے لئے جو دیدہ زیب طغرے تحریر کر کے اپنی خداداد خوشنویسی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ان کے لئے بھی مجھے تحسین و آفرین کے الفاظ کہے بغیر قرار نہ آیا۔ گویا دونوں بھائیوں نے میرے دل کو موہ لیا۔ اور جب بستی مولویاں کی نسبت سے متحدہ ہندوستان اور بہاول پور کے ریاستی دور میں ۴۵-۱۹۴۲ء جماعتوں کی رجسٹریشن کیلئے پابندیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ریاست میں مجلس احرار اسلام ہند کی تاسیس کے واقعات کی یاد تازہ ہو گئی کہ رحیم یار خان کے علاقہ سے بستی مولویاں کے قدیم عربی دینی مدرسہ کی بدولت مولوی صالح محمد صاحب (قلندر احرار) کا اسم گرامی جب اجاگر ہوا۔ تو میری حیرت و استعجاب میں معاً کمی واقع ہو گئی۔ مولوی صالح محمد مرحوم کو اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت

(بقیہ صفحہ پر)

قمرالحسنین قمر

"اپوا" کا ترانہ

بوڑھی کو لڑکی بننے کا شوق چرایا ہے — اپنا تھا پہلے جو بھی وہ کب کا پرایا ہے

میک اپ سے آج حسنِ عجوزہ سوایا ہے — میڈم جونیئر سے ساتھ ہے ، میڈم کا نایا ہے

باتیں جو کی ہیں آپ نے ویمنز فورم میں — نسواں کی حریت میں ترا اپنا ! پرایا ہے

سر کا دوپٹہ ! سر سے تو کاٹے گئے ہیں بال — چٹیا ہو چنری ، یہ تو قدامت کا سایہ ہے

چلنا ہے عورتوں کو زمانے کے ساتھ ساتھ — مردوں نے ایک عرصہ سے حق ان کا کھایا ہے

اب تو نہیں چلے گی یہ مردوں کی مردمی — اب ان کے دل و دماغ پہ میرا ہی سایا ہے

کہتے ہیں اشتہار سے "سرخی" کی ایڈ تک — عورت چمک رہی ہے تو عورت ہی "چھایا" ہے

حقوقِ زناں کا دعویٰ جو کرتی ہیں میڈم ماں — فہرست ان حقوق کا ہم کو سنایا ہے

عورت جو نکلے گھر سے تو آئے نہ رات تک — خاوند کرے گا پیش جو پکا پکایا ہے

چھلنے ہیں سوٹ میرے اب اننے ہی رنگ میں — زیور بنا کے دو گے جو تم نے کمایا ہے

چولہا نہ جھونکوں میں تو کبھی بھی "نوازیا" — باندی نہیں جو واسطے جھاڑو کے لایا ہے

خدمت تمہارے مادر و فادر کی ہم کریں — کافی "سجا دیا" ہے جو گھر کو سجایا ہے

ہم نے اتار پھینکا ہے جُوا غلامی کا — آموختہ سنو تو جو ہم کو پڑھایا ہے

شامِ مزاح "دی جنگ" کی ہر شام ہو تو وا — مجھ کو وصالِ یار کا مژدہ سنایا ہے

ہر روز میری "ایکٹیویٹی" "پینچ" ہوتی ہے — ہسبنڈ میرا ڈیڈی عجیب لایا ہے

القصہ یہ معاشرہ مس فٹ ہے بور ہے — ہم کو پسند وہ ہے جو ہم نے بنایا ہے

تتلی بنوں اڑتی پھروں مست گگن میں
آج میں آزاد ہوں اپنے وطن میں

۱۹۹۱ء

جمہوریت کے بے بنیاد علمبرداروں کے نام

مقبوضہ کشمیر میں انڈین آرمی کے مظالم پر تحفظ حقوق انسانی سرینگر کی تفصیلی رپورٹ

۱۹۹۱ء	شہید کر دیے گئے	گرفتار کیے گئے	عورتوں کی عصمت دری	گھروں کو جلایا گیا	اذیت دے کر شہید کیا گیا	معذور یا زخمی کیے گئے	اغواء گمشدگی	کرفیو کے دن
جنوری	۸۰۰	۲۰۵۰	۲۳	۲۶۸	۱۶	۲۱۰۷	۲۱۱	۱۲
فروری	۸۹۱	۱۹۷۰	۸۵	۳۴۲	۲۲	۱۹۰۶	۳۰۱	۷
مارچ	۴۲۱	۲۰۴۰	۲۷	۲۶۱	۳۱	۲۴۱۱	۳۴۱	۱۵
اپریل	۶۴۵	۲۶۴۲	۲۹	۴۱۱	۱۳	۲۱۲۴	۱۰۲	۹
مئی	۷۳۱	۱۹۴۱	۲۳	۶۵۱	[illegible]	۱۹۱۸	۵۱۳	۱۱
جون	۵۴۷	۲۰۹۲	۲۱	۲۴۰	۲۱	۱۸۲۳	۳۲۰	۱۰
جولائی	۶۹۵	۱۸۳۱	۱۹	۶۴۱	۲۷	۱۷۲۹	۴۰۷	۱۵
اگست	۷۱۱	۹۴۱	۱۶	۹۲۷	۱۹	۱۷۹۲	۱۲۹	۱۳
ستمبر	۵۴۱	۱۷۰۹	۲۲	۵۲۳	۲۷	۲۱۷۱	۸۸	۹
اکتوبر	۴۰۷	۱۹۰۲	۲۶	۸۶۹	۱۷	۱۴۳۲	۱۰۲	۷
نومبر	۷۹۲	۲۵۱۰	۲۹	۸۱۱	۲۶	۱۸۱۱	۸۶۶	۱۲
دسمبر	۹۰۲	۲۷۰۸	۲۸	۷۶۹	۲۹	۲۳۴۳	۱۰۷۰	۱۶
ٹوٹل :	۸۰۸۳	۲۴۳۲۶	۳۴۸	۶۷۱۳	۲۶۵	۲۳۵۶۷	۴۴۵۰	۱۳۶

جامِ شیریں
خالِص اجزاء۔ بہتر شربت
ملک کا واحد شربت جس کی تیاری میں پانی کا ایک قطرہ بھی شامل نہیں۔
عام شربت میں پانی اور مصنوعی اجزاء استعمال ہوتے ہیں جبکہ قرشی کے جام شیریں میں خالص اجزاء کے عرقیات استعمال کیے جاتے ہیں۔
خالص اجزاء کے عرقیات کے استعمال کی وجہ سے اس کا ذائقہ منفرد ہے۔ پینے سے طبیعت بھی بھاری نہیں ہوتی اور دوسرے شربتوں کے مقابلے میں یہ پیاس بڑھاتا نہیں بلکہ پیاس بجھاتا ہے۔ جام شیریں گرمیوں میں لُو سے بچاتا ہے تسکین بخشتا ہے اور مفرح قلب ہے۔ جام شیریں کی ایک بوتل سے بغیر چینی ملائے ۳۰ گلاس شربت بنایا جاسکتا ہے۔
قرشی کا جام شیریں خالص اجزاء ــــ بہتر شربت
شربت
جام شیریں
تحقیق کی روایت۔ معیار کی ضمانت

MONTHLY ⓒ 72813
NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT
Regd No. L - 8755 MULTAN
Vol.3 No. 4

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ
اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

زیرِ اہتمام: تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

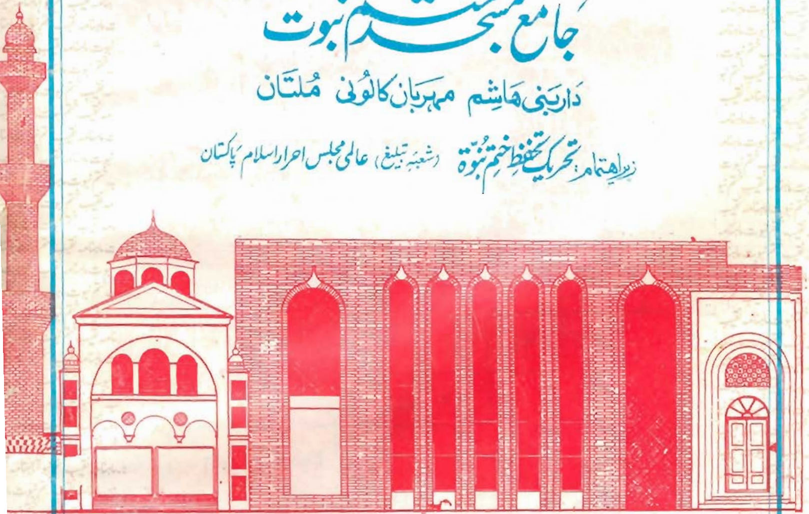

مسجد کی چھت مکمل ہو چکی ہے، بقیہ تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیں، نقد یا سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں

ترسیل زر کے لئے

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی ملتان